نور الحبیب ۲۰۰۰ء

جلد 8

قرآن مجید

اوراقِ مقدسہ کی بے حرمتی اور اس کا سدباب

اقبال احمد اختر القادری

آج کے معاشرے میں اوراق مقدسہ کی جس قدر بے حرمتی ہوتی عام نظر آتی ہے' شائد اس سے قبل کبھی نہ ہوئی ہو گی----اکثر اخبارات روزانہ قرآن مجید کی کوئی نہ کوئی آیت اور حدیث پاک ضرور شائع کرتے ہیں جب کہ رسائل و جرائد کا بھی یہی حال ہے-----ان اخبارات و رسائل میں ہی کہیں کونے میں یہ بھی تحریر ہوتا ہے کہ آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ عام معلومات کے لئے نیک نیتی سے شائع کی جاتی ہیں' لہذا ان کا احترام کریں----- مگر صد حیف کہ ایسا ہوتا نہیں----اخبارات و رسائل کے قارئین فقط خبروں اور قصے کہانیوں کے مطالعہ کے لئے ہی انہیں خریدتے ہیں اس وجہ سے ان کی نظر آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ والے کالم کی سمت جاتی ہی نہیں ہے اور یوں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں یعنی مطالعہ کے بعد اخبارات کو یا تو ردی والے کو فروخت کر دیا جاتا ہے----یا گھروں میں برتنوں کی سلیپ پر لگانے' ٹیبل پر بچھانے کے کام آتے ہیں یا کھانے کے وقت بطور دستر خوان استعمال کر کے پھر کچرے میں پھینک دیئے جاتے ہیں----ردی میں فروخت ہونے والے اخبارات دوکانداروں تک پہنچتے ہیں' جس میں وہ سودا باندھ کر گاہکوں کو دیتے ہیں اور گاہک سودا لے جا کر کاغذ کو کچرے میں ڈال دیتے ہیں اور یوں اخبارات و رسائل میں اشاعت کے سبب قرآن و حدیث کی بے حرمتی کے ہم سب مرتکب ہوتے ہیں----

قرآن و حدیث کی بے حرمتی ایک عظیم گناہ اور خود کو بلاء و مصیبت میں گرفتار کرنے کے مترادف ہے-----

حضور تاجدار مدینہ راحت قلب وسینہ ﷺ نے قرآن پاک سے رہنمائی حاصل کرنے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے جو ارشادات فرمائے ہیں' آج ملت اسلامیہ کے لئے خاص طور پر قابل توجہ ہیں----- جس قسم کی تہہ در تہہ ظلمت کے سیاہ بادلوں سے مسلمانوں کی زندگی کا ماحول آج تک تاریک ہے' اس سے پہلے کبھی نہ تھا----- جو قوم دنیا میں بہترین امت بنائی گئی تھی' وہی قوم ذلت کی تہہ میں گر رہی ہے----- یہ اسلامی تاریخ کا بدترین دور ہے اور زوال کا سبب احکامات اللہ ورسول سے روگردانی اور کلام الٰہی کی بے حرمتی و توہین ہے-----

قرآن حکیم----- سبحان اللہ----- یہ علم و دانش کا خزانہ ہے اور ہدایت و نصیحت کا پروانہ----- اپنی خصوصیات میں دو عالم میں یکتا و یگانہ----- اس کا نازل ہونا' اس کا لکھا جانا' اس کا پڑھا جانا' اس کا جمع کیا جانا' اس کا محفوظ کیا جانا' اس کا دیکھتے ہی دیکھتے پھیل جانا' اس کا ہر دل میں اتر جانا' اس کا انسانی علم و دانش پر چھا جانا' دنیا کی بے شمار زبانوں میں تفسیریں اور تراجم لکھے جانا' دنیا میں سب سے زیادہ اس کا پڑھا جانا' یہ ساری کی ساری خوبیاں اس کے نہایت درجہ ادب واحترام کی متقاضی ہیں-----

قرآن پاک ایک عظیم کتاب ہے' ایسی عظیم کتاب کہ اپنے پڑھنے والے کو بھی عظیم بنا دیتی ہے----- قرآن کا قاری' اس کا عالم اور اس کا مفسر عام انسانوں میں عظیم ہے' وہ معاشرے میں سب سے بڑا ہے----- حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا:

"قوم کی امامت وہی کرے جو کتاب اللہ کا ان سب میں زیادہ قاری ہو"-----(الاتقان فی علوم القرآن' جلد ۱' صفحہ ۷)

اس سے قرآن کے ادب واحترام کا پتا چلتا ہے----- ایسے اوراق مقدسہ' جن پر آیات



قرآنیہ یا ان کے تراجم تحریر ہوں ، کا ادب و احترام لازم ہے----- حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں :

"قرآن کلام الٰہی ہے ' کلام الٰہی کی توہین ' رب تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے جو کہ کفر ہے"-----

ایسے اخبارات و رسائل جن پر آیات یا ان کا ترجمہ درج ہو ' کو بطور دستر خوان استعمال کرنا تو دور کی بات ہے ' اگر کسی کاغذ یا دستر خوان پر حروف تہجی میں سے کچھ بھی تحریر ہو ' مثلاً دستر خوان بنانے والی کمپنی کا نام وغیرہ تو یہ بھی حروف کی توہین ہے اور ایسے دستر خوان کا استعمال کرنا بھی ناجائز ہے----- چنانچہ علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی فرماتے ہیں :

"اکثر دستر خوانوں پر جو عموماً بڑی دعوتوں میں استعمال کیے جاتے ہیں اردو یا فارسی میں اشعار لکھے ہوتے ہیں ' ایسے دستر خوان کو استعمال میں لانا ' ان پر کھانا کھانا نہ چاہیے"-----(بہشتی زیور ' حصہ پنجم ' صفحہ ۵۴۶)

نماز کے لئے بنائے گئے مصلے پر حروف تہجی میں سے کچھ تحریر ہو تو اس کا استعمال بھی ناجائز ہے ' چنانچہ "ردالمحتار" میں ہے :

"بچھونے یا مصلے پر کچھ تحریر ہو تو اس کا استعمال کرنا ' ناجائز ہے۔ یہ عبارت اس کی بناوٹ میں ہو یا کاڑھی گئی ہو یا روشنائی سے لکھی ہو ' اگرچہ الگ الگ حروف لکھے ہوں کیوں کہ حروف مفردہ (حروف تہجی) کا بھی احترام ہے"-----

جہاں کہیں اوراق مقدسہ پر نظر پڑے ' اس کا احترام لازم ہے----- علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی فرماتے ہیں :

"قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے ' نہ پاؤں پھیلائے جائیں ' نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں ' نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو"-----(بہار شریعت ' جلد ۲ ' صفحہ ۱۹۸۶)

اوراق مقدسہ پر اگر توہین کے لئے پاؤں رکھا جائے تو کفر ہے-----

"قرآن مجید پر اگر بقصد توہین پاؤں رکھا کافر ہو جائے گا"-----(فتاویٰ عالم گیری)

ایسے اخبارات ورسائل اور دیگر اوراق جن پر آیات درج ہوں یا ان کا ترجمہ ہو یا احادیث مبارکہ ہوں' انہیں سودا وغیرہ لینے دینے' ان کی تھیلیاں بنا کر ان میں چیزیں رکھنا' یا کھانا کھا کر ان سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہیں' فتاویٰ عالم گیری اور بہار شریعت میں ہے :

"جس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو' اس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے----- کھانے کے بعد انگلیوں کو کاغذ سے پونچھنا مکروہ ہے"-----

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے اوراق مقدسہ اور اخبارات ورسائل کو کیا کیا جائے ؟ بعض لوگ انہیں نذر آتش بھی کر دیتے ہیں اور پوچھنے پر جواب دیتے ہیں کہ بے حرمتی ہوتی ہے چنانچہ ہم نے ٹھنڈا کر دیا ہے------

-----انا للہ و انا الیہ راجعون-----

فتاویٰ عالم گیری' بہار شریعت' بہشتی زیور' قانون شریعت' العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ اور متعدد کتب فقہ میں ہے کہ بوسیدہ اور ضعیف اوراق مقدسہ کو جلایا نہ جائے----- جلایا نہ جائے تو کیا کرنا ہوگا ؟-----

فتاویٰ عالم گیری میں ہے کہ کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لئے لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے-----

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی بھاری چیز میں باندھ کر دریا برد کر دیا جائے----- آج کی مصروف زندگی میں شاید لوگوں کو اتنی کاروائی کا موقع میسر نہ ہو سکے' لہذا اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں ایک مخصوص جگہ بوسیدہ اوراق مقدسہ کے لئے وقف کر دی جائے اور سب لوگ اوراق مقدسہ وہیں جمع کرتے جائیں' جب کافی ہو جائیں تو ان

سب کو اجتماعی طور پر شہر سے باہر کہیں ویرانے میں لے جا کر دفن کر دیا جائے یا سمندری جہازوں کے ذریعہ وسط سمندر میں ڈلوا دیا جائے----- فقیر کی معلومات کے مطابق بلدیہ عظمٰی کراچی نے شہر کی مساجد سے یہ اوراق مقدسہ اٹھانے کے لئے ایک شعبہ قائم کیا ہے' جو باقاعدہ اپنی گاڑی میں مسجدوں سے جمع کر کے سرکاری طور پر سمندری جہازوں کے ذریعے انہیں وسط سمندر میں دریابرد کروا دیتا ہے' لہٰذا ان سے رابطہ کرنا چاہیے' بصورت دیگر اول الذکر گزارش پر عمل کرنا چاہیے----- جو اخبارات ورسائل آیات واحادیث شائع کریں انہیں چاہیے کہ عام میٹر سے الگ اور نمایاں طور پر انہیں شائع کریں تاکہ لوگ انہیں بآسانی کاٹ کر محفوظ کر لیا کریں' ویسے اخبارات میں آیات واحادیث کی اشاعت سے اجتناب ہی بہتر صورت ہے----- اللہ تعالٰی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے----- آمین

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تعزیت

گذشتہ دنوں فضلائے دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے-----

مولانا عبد الغفور نوری' چک 187/E.B گگو' تحصیل بوریوالا کے والد گرامی-----

مولانا عبد الخالق شمس اور مولانا محمد شریف بدر' لاہور کی والدہ صاحبہ-----

مولانا قاری محمد صدیق منور نوری' فرید پور جاگیر اور مولانا زید احمد نوری' منڈی مرید کے کے چچا جان مولانا محمد اکبر (مخدوم) فاضل دار العلوم ہذا-----

مولانا قاری حافظ محمد رفیق' رسول پور (حال مقیم لندن) کی والدہ محترمہ-----اور

مولانا محمد عارف نوری' منڈی مرید کے کا نواسہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے-----

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالٰی مرحومین کی مغفرت فرمائے' اعلٰی علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے----- آمین----- (ادارہ)

تلاوت قرآن حکیم سے متعلق بعض اہم مسائل

مفتی محمد سعید خاں

① ہر عاقل، بالغ، مسلمان، مرد اور عورت کے لیے قرآن کریم کا اتنا حصہ زبانی یاد کرنا، جس سے نماز ہو جائے، فرضِ عین ہے۔

② ہر عاقل، بالغ، مسلمان، مرد اور عورت کے لیے سورۂ فاتحہ اور اس کے علاوہ قرآن کریم کا اتنا حصہ (یعنی قرآن کریم کی کوئی سی ایک بڑی آیت یا اُس کی کوئی سی تین چھوٹی آیات یا کوئی ایک چھوٹی سورت جیسے سورۂ عصر یا سورۂ کوثر یا سورۂ اخلاص وغیرہ کو) زبانی یاد کرنا، واجب ہے، جس کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے اُس کی نماز ہو جائے۔

③ قرآن کریم کو چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے۔

④ تلاوت کی کیسٹوں اور سی ڈیز (C.Ds) کو بے وضو چھونا بھی جائز ہے۔

⑤ تلاوت سے پہلے مسواک، دنداسے، منجن یا ٹوتھ پیسٹ سے منہ کو صاف کر لینا مستحب ہے۔

⑥ اگر کوئی شخص زبانی، بغیر وضو کے تلاوت کرنا چاہے تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن کریم کو چھوئے نہیں۔

۷ زبانی تلاوت کرتے ہوئے بھی باوضو ہونا مستحب ہے۔

۸ قرآن کریم زبانی پڑھنے سے، دیکھ کر پڑھنا افضل ہے، کیوں کہ اس میں زبان اور نظر دونوں کی عبادت کا ثواب ہے۔

۹ تلاوت کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

۱۰ قرآن کریم کے ادب واحترام میں کپڑوں کا پاک ہونا اور خوشبو کا استعمال کرنا زیادہ ثواب کی بات ہے۔

۱۱ تلاوت کرتے ہوئے کسی سمت کی پابندی ضروری نہیں، البتہ قبلہ رخ ہونا زیادہ ادب اور ثواب کا باعث ہے۔

۱۲ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ، یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○---

''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ شیطان مردود کے شر سے میں حفاظت میں رہوں''---

کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

۱۳ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ کے بعد تسمیہ، یعنی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○---

''اللہ تعالیٰ کے نام سے مَیں شروع کرتا ہوں جو کہ بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے''---

کا پڑھنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔

۱۴ دورانِ تلاوت جب ایک سورت مکمل ہو جائے تو دوسری سورت شروع کرنے سے پہلے تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) کو نہ پڑھا جائے، لیکن تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کو پڑھنا چاہیے، مثلاً کوئی شخص جب سورۂ فاتحہ پڑھ لے اور پھر اس کے بعد سورۂ بقرہ کو پڑھنا چاہے تو ''الضَّآلِّیْنَ'' کے بعد تعوذ پڑھے بغیر صرف تسمیہ پڑھے اور ''الٓمّٓ'' سے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کردے۔

۱۵ اگر کوئی شخص سورۂ انفال سے بھی پہلے سے تلاوت کر رہا ہو یا پھر پارہ نمبر ۹ سے سورۂ انفال کی تلاوت شروع کرے اور اس سورت کے پورا ہونے کے بعد، دورانِ تلاوت، سورۂ توبہ آجائے تو پھر سورۂ توبہ کے آغاز پر رُک کر تسمیہ بھی نہ پڑھی جائے بلکہ سورۂ انفال کو مکمل کر کے

سورۂ توبہ کو پڑھنا شروع کر دے۔

(۱۶) اگر کوئی شخص تلاوت کا آغاز ہی سورۂ توبہ سے کر رہا ہے تو پھر اُسے تلاوت سے پہلے تعوذ اور تسمیہ دونوں پڑھنی چاہییں۔

(۱۷) قرآن کریم کے بعض نسخے ایسے دیکھے گئے ہیں جن میں سورۂ توبہ کے حاشیے پر یہ جملہ لکھا ہوتا ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ وَ مِنْ شَرِّ الْکُفَّارِ وَ مِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔۔۔

اور اس جملے کی تحریر سے مراد یہ ہوتی ہے کہ سورۂ توبہ کے پڑھنے سے پہلے اس جملے کو پڑھا جائے، اس جملے کی کوئی اصل کتاب وسنت یا ائمہ مجتہدین کے ہاں نہیں ملتی، اس لیے یہ جملہ نہ تو سورۂ توبہ کے آغاز میں چھاپنا چاہیے، نہ ہی یہ جملہ سورۂ توبہ کے حاشیے پر لکھنا چاہیے اور نہ ہی سورۂ توبہ کی تلاوت سے پہلے اس جملے کو پڑھنا چاہیے۔ قرآن کریم کے حاشیے میں یہ جملہ بڑھانا گویا کہ اپنی طرف سے ایک اضافہ کرنا ہے جو کہ بڑے گناہ کی بات ہے۔

(۱۸) اگر کوئی شخص تلاوت کرتے ہوئے قرآن کریم کا تلفظ زبان سے نہ کرے، ہونٹ بند کر کے، صرف دل ہی دل میں، نظر سے، پڑھتا رہے تو یہ تلاوت نہ ہوگی۔ تلاوت کے لیے زبان اور ہونٹوں سے تلفظ کرنا تا کہ زبان اور ہونٹوں میں حرکت پیدا ہو، یہ فرض ہے۔

(۱۹) تلاوت اونچی آواز سے کرنا مستحب اور بہتر ہے مگر کسی شخص کو ریا کاری کا خدشہ ہو یا تلاوت کی آواز بلند ہونے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو، مثلاً کسی کی نیند خراب ہوتی ہو یا کسی مریض کو تکلیف پہنچتی ہو یا اس بلند آواز کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہوں تو پھر تلاوت اونچی آواز سے کرنا حرام اور آواز کو آہستہ رکھنا فرض ہے۔ ان تمام صورتوں میں بلند آواز سے تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تلاوت تو اپنے رب سے سرگوشیاں کرنا ہے، سو تم قراءت میں نہ تو ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی کوئی شخص، دوسرے شخص کے مقابلے میں اپنی آواز کو بلند کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آج کل مختلف مقامات مثلاً دکانوں، مکانوں یا مساجد وغیرہ میں تلاوت قرآن کی کیسٹس جو اونچی آواز میں لگا دی جاتی ہیں، تو یہ کام درست نہیں۔ اس فعل سے بچنا نہایت ضروری ہے اور انہیں خدشات کے پیش نظر بعض فقہائے کرام رحمہم اللہ نے تلاوت آہستہ آواز میں کرنے کو بہتر اور افضل لکھا ہے۔

⑳ جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں، وہاں اونچی آواز سے تلاوت کرنا حرام ہے۔ تلاوت کرنے والا شخص گناہ گار ہوگا، جو لوگ اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس وقت تلاوت نہیں سن سکتے، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

㉑ دورانِ تلاوت جن آیات میں جہنم کا ذکر آئے تو وہاں رُک کر اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا، جب جنت کا ذکر آئے تو وہاں رُک کر اس میں داخلے کے لیے دعا مانگنا، جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی آیات آئیں تو وہاں رُک کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا یا جن آیات کے بعد ان کے جوابات مختلف احادیث وروایات میں آئے ہیں، انہیں پڑھنا مستحب ہے۔ مثلاً:

❶ حضرت رسالت مآب ﷺ دورانِ تلاوت (نفل نماز میں) جب ان آیات کی تلاوت کرتے جن میں جہنم کا ذکر ہے تو یہ دعا مانگتے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ، وَیْلٌ لِاَھْلِ النَّارِ---

''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم سے اور اہل جہنم کے لیے بربادی ہے''---

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

❷ جب تم میں سے کوئی (پارہ:۲۹، سورۃ القیامۃ:۷۵، کی آخری آیت:۴۰)

اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ---

''کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کردے؟''---

پڑھے تو اسے چاہیے کہ اس کے بعد بَلٰی ''کیوں نہیں (یقیناً، وہ قدرت رکھتا ہے)'' پڑھے۔ چناں چہ ایک روایت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آتا ہے کہ وہ جب بھی یہ آیتِ کریمہ

اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ---

پڑھتے تھے تو اس کے بعد کہتے تھے کہ سُبْحَانَکَ فَبَلٰی ''اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، سو کیوں نہیں (یقیناً آپ قدرت رکھتے ہیں) لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ یہ جملہ کیوں کہتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے اس آیت کی تلاوت کے بعد یہی جملہ سنا ہے۔

❸ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی (پارہ:۲۹، سورۃ المرسلٰت:۷۷، کی آخری آیت:۵۰)

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ---

''سو اس کے بعد کون سی بات ہے جس پہ وہ ایمان لائیں گے؟''---

پڑھے، تو اسے چاہیے کہ کہے آمَنَّا بِاللّٰہِ "ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے"۔

۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ جب

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ---[پارہ:۳۰، سورہ:۸۷، آیت:۱]

"اپنے پروردگار کی تسبیح بیان کرو، جس کی شان سب سے بلند ہے"---

پڑھتے، تو اس کے بعد بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ---"میرا پروردگار ہر عیب سے پاک، بلند شان والا ہے"---

۲ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی (پارہ:۳۰، سورۃ التین:۹۵، آیت:۸، یعنی سورۂ تین کی آخری آیت)

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ---

"کیا اللہ تعالیٰ تمام حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟"---

پڑھے، تو اُسے چاہیے کہ اس کے بعد کہے:

بَلٰی، وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ ---

"کیوں نہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران ہے"---

سوان تمام مقامات پر نفلی نماز میں یا نفلی نماز کے علاوہ بھی، دورانِ تلاوت اس مقام پر رُک کر، اِن جوابات کو پڑھنا (جو کہ مندرجہ بالا روایات میں آئے ہیں) مستحب ہے۔

۴۲ جب قرآن کریم کی تلاوت مکمل ہو جائے اور پڑھنے والا سورۂ ناس کی تلاوت کر لے تو پھر اس آخری سورۃ کے بعد قرآن کریم دوبارہ شروع کر کے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک تلاوت کر لینا مستحب ہے۔

۴۳ موسم گرما میں صبح اشراق کے بعد قرآن کریم کو مکمل کرنا اور موسم سرما میں مغرب کے بعد قرآن کریم کا مکمل کرنا افضل ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات کے ابتدائی حصے میں قرآن ختم کرے تو فرشتے اس رات کی صبح تک اور اگر وہ دن کے ابتدائی حصے میں قرآن ختم کرے تو فرشتے اس دن کی شام تک، اس بندے کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ چونکہ گرمیوں میں دن طویل اور سردیوں میں راتیں طویل ہوتی ہیں اس لیے ختم قرآن کے واسطے یہ اوقات مستحب ہیں تا کہ فرشتوں کی دعا میں قرآن کریم پڑھنے والے کو زیادہ سے زیادہ حصہ ملے۔

۲۴ جتنی بھی تلاوت کرنی ہو اُسے شروع کرنے کے بعد مکمل کرنے تک کے دوران، کسی اور کام میں مشغول نہ ہونا بہتر ہے۔

۲۵ سال میں دو مرتبہ پورے قرآن کریم کی تلاوت اس طرح کرنا کہ دونوں مرتبہ پورا ہو جائے، یہ سنت مؤکدہ ہے۔

۲۶ قرآن کریم کو پڑھ کر اس طرح بھلا دینا کہ پھر دیکھ کر بھی تلاوت نہ کر سکے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کو پڑھ کر بھلا دے وہ قیامت میں اللہ کے سامنے اس حال میں پیش ہوگا کہ اُسے کوڑھ کا مرض ہو گیا ہوگا۔ (و العیاذ باللّٰہ)

۲۷ سال بھر میں وہ راتیں جن میں جاگ کر عبادت کرنا مستحب ہے، جیسے شب براءت، لیلۃ القدر یا ماہ ذی الحج کی ابتدائی دس راتیں، ان میں نوافل پڑھنے سے، قرآن کریم کی تلاوت کرنا زیادہ ثواب کی بات ہے اور سب سے زیادہ اچھی اور قابلِ ثواب بات یہ ہے کہ نوافل ہی میں لمبی تلاوت کی جائے۔

۲۸ قرآن کریم کی کسی آیت کو موسیقی کے ساتھ گانا، یہ کفر کی حرکت ہے۔

۲۹ کسی کافر کو اس اُمید پر قرآن حکیم پڑھانا یا اُسے تحفے میں دینا کہ وہ اسلام قبول کر لے گا یا اُسے ہدایت کی توفیق مل جائے گی، درست ہے، لیکن اگر کسی کافر نے قرآن کریم کو چھونا ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ غسل کرے۔

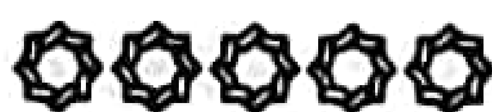
۳۰ عورتوں کا کسی نابینا غیر محرم مرد سے قرآن کریم پڑھنے سے بہتر ہے کہ وہ کسی عورت سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے۔

۳۱ موجودہ زمانے میں تعلیم قرآن کریم پر معلم کا اجرت لینا تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کے حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو:

۱ رد المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، فروع فی القرأۃ خارج الصلوۃ
۲ الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب صلوٰۃ الفرائض، فصل فی القراءۃ، الفصل السادس عشر
۳ الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع فی الصلوۃ و التسبیح و قراءۃ القرآن
۴ حلبی کبیر، تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوٰۃ و ما لا یکرہ
۵ اعلاء السنن، ابواب القراءۃ، باب ما جاء فی بعض آداب التلاوۃ

و الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات



ایک مسلمان کے لئے علم کی ضرورت

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

اقرأ باسم ربك الذى خلق☆ خلق الانسان من علق☆

اقرأ و ربك الاكرم☆ الذى علم بالقلم☆ علم الانسان ما لم يعلم☆(۱)

زیرِ بحث موضوع کا منشا یہ جاننا ہے کہ ایک مسلمان کو علم کی کس قدر ضرورت ہے اور وہ کون سا علم ہے، جس کا حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ یہ جاننے کے لئے ہم موضوع کو چند ذیلی موضوعات یا Sub Headings میں تقسیم کریں گے تاکہ موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی جا سکے اور مطلوبہ غرض تک رسائی موضوع کی بعض جزئیات کا احاطہ کرتے ہوئے ممکن ہو۔ چنانچہ یہاں جن ذیلی موضوعات پر بات ہو گی، وہ یہ ہیں :

لفظ مسلم کی تعریف	علم کی تعریف
منبع علم اور وسعت علمِ الٰہی	علم کی اقسام
علم بقدر ضرورت یا فرض	ضرورت کی تعریف اور علم دین

تو آیئے پہلے لفظ مسلمان پر بات کرتے ہیں :

مسلمان

لفظ مسلمان فارسی سے اردو میں آیا ہے جو کہ دراصل عربی لفظ "مسلم" سے بنا ہے اور مسلم

اسے کہتے ہیں جو مذہب اسلام کا پیروکار ہو عربی لغت میں اسلام کے لغوی معنی ہیں اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا اور پھر جس کے سپرد کیا ہو اسی کا ہو کے رہ جانا اسی کی اتباع و پیروی کرنا-----(۲)

ابتدائے آفرینش سے بعثت محمدی تک آنے والے تمام انبیائے کرام کا لایا ہوا دین الٰہی، اس لئے اسلام کہلایا کہ اس دین کو قبول کرنے والا شخص اپنے آپ کو مکمل طور پر Totally اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کو پیش نظر رکھتا ہے کہ اب اس کا جسم و جان، فکر و وجدان، شعور و تخیل، تدبر و تفکر، کردار و گفتار، نشست و برخاست، بیع و شراء غرضیکہ ہر چیز و ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تابع ہوتا ہے-----

اسلام

قرآن مجید میں اسلام کی تعریف اور Defination یوں بیان ہوئی ہے :

بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه-----(۳)

"ہاں مگر وہ جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور اتباع بھی اچھی کی تو اس کے لئے اس کے رب کے ہاں اجر ہے"-----

بخاری و مسلم میں ایک حدیث مبارکہ میں اسلام کی تعریف ان الفاظ میں بیان ہوئی :

ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا :

یا محمد اخبرنی عن الاسلام-----

"اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے کہ اسلام کیا ہے ؟"-----

حضور ﷺ نے فرمایا :

الاسلام ان اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و تقيم الصلوة و تؤتی الزكوة و تصوم رمضان و تحج البيت ان استطعت اليه



سبیلا----(صحیح مسلم)

"یعنی اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دو' نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرو"-----

دنیائے اسلام کے معروف لغت داں علامہ ابن منظور افریقی نے لغت عرب پر لسان العرب کے نام سے جو معرکۃ الآراء کتاب لکھی ہے' اس کی بارہویں جلد میں مسلم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ لکھتے ہیں :

"مسلم اسے کہا جاتا ہے' جس نے اللہ کی اطاعت کر لی ہو یا جو عبادات میں اللہ کا ہو کے رہ گیا ہو"-----

حدیث نبوی ہے :

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده-----(۵)

"مسلمان وہ ہے' جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں"-----

مسلمان کی ایک تعریف مسلم اسکالرز نے یہ بھی بیان کی ہے کہ مسلمان وہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین میں داخل ہو جائے-----(۶)

کم سے کم درجہ کا مسلمان وہ ہے من قال لا اله الا الله یعنی دل کی تصدیق کے ساتھ جس نے زبان سے کلمہ شہادت ادا کیا ہو اور اعلیٰ درجہ کا مسلمان وہ ہے' جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے :

رضى الله عنهم و رضوا عنه-----

"اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے"-----

اسلام' مسلم اور مسلمان کی تعریفات کے بعد ہمارے موضوع کا دوسرا قابل غور لفظ ہے علم' آیئے اب دیکھتے ہیں کہ علم کیا ہے ؟

علم

لغت کی معروف کتاب المفردات میں علامہ راغب اصفہانی نے علم کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

العلم ادراك الشئ بحقيقته-----(۷)

''کسی چیز کی حقیقت کاادراک علم ہے''-----

علماء اسلام کی تصریحات کے مطابق علم نام ہے ذہن پر مرتسم ہونے والے نقش کا-----

علم نام ہے دماغ کی سکرین پر ابھرنے والی کسی چیز کی تصویر کو پہچان لینے کا-----

علم کیا ہے ؟-----علم تحقیق ہے ،علم افادہ ہے ،علم ایمان ہے ،علم اعتقاد ہے ،علم رائے ہے ،علم حرکت نفس ہے ،علم ضد جہل ہے ،علم روشنی ہے ،علم وجدان ہے ،علم نور ہے ،علم عرفان ہے ،علم ثبوت ہے ،علم احاطہ ہے ،علم ادراک ہے ،علم تحصیل ہے ،علم کشف اسرار ہے اور علم معدن انوار ہے-----

علم کی تعریفات میں کئی نظریات ہیں

مفسرین کے نزدیک علم کی تعریف الگ ہے تو محدثین کے نزدیک الگ ،اصول فقہ میں علم کی تعریف اور ہے تو اصول حدیث میں اور-----

منطق و فلسفہ کی زبان میں علم کی تعریف یکسر مختلف (Totally Diffirent) ہے ،جب کہ سائنس کی دنیا میں علم کی تعریف قطعی مختلف ہے-----

ایک انگریز محقق مسٹر Rosenthal کی کتاب Knowlege Triumphent میں ڈی بی میکڈونلڈ لکھتے ہیں کہ علم ،شعور سے آگے کی چیز ہے ،کیوں کہ شعور کے معنی ہیں ادراکِ جزئیات ،جب کہ علم ادراکِ کل کا نام ہے-----(۸)

و علم آدم الاسماء كلها میں جس علم کی طرف اشارہ ہے' وہ یہی علم کامل ہے نہ کہ محض شعور-----

صوفیاء کے نزدیک علم معرفت وعرفان ہے' امام قشیری اپنے رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں المعرفة هو العلم-----(۹)

"معرفت ہی کا دوسرا نام علم ہے اور معرفت کے معنی ہیں پہچاننا"-----

آٹھویں صدی کے ایک نامور اسکالر الایجی نے "المواقف" میں علم کے معنی "ذہنی عمل" لکھے ہیں-----(۱۰)

امام غزالی نے "المستصفی" میں علم کے معنی لکھے ہیں: معرفة الشئ-----(۱۱)

"کسی چیز کا جاننا"-----

علم کے یہ مختلف معانی دراصل علم کے بارے میں مختلف نظریات (Theories) کی بنا پر ہیں۔ متکلمین یا فلاسفرز' مناطقہ یا Logicians' فقہاء یا متصوفین' غرضیکہ مختلف طبقوں کی پیش کردہ تعریفیں ان کے مخصوص نظریات کی بنا پر ہیں-----

تعریفات کا یہ اختلاف کوئی اچھنبے کی بات نہیں نہ اس سے پریشان ہونے کی ضرورت' دراصل یہ اختلاف زاویہ نظر کے مختلف ہونے کی بناء پر ہے اور زاویہ نظر مختلف ہونا عام بات ہے اسے سمجھنے کے لئے ایک معمولی سی مثال انسانی دنیا سے یوں پیش کی جا سکتی ہے کہ ایک پرندہ ہے' جسے آپ نے دیکھا بھی ہوگا اور سنا بھی۔ خوب صورت سی آواز نکالتا ہے ہر علاقے ملک مذھب اور زبان کے لوگ اس کی اس آواز کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اس نے کہا سبحان تیری قدرت' کوئی کہتا ہے نہیں وہ تو کہہ رہا تھا رحمن هات فضلك' کوئی کہتا ہے اس نے تو کہا ہے اناں از اینجا رفتند-----

غرضیکہ زاویہ فکر کے بدلنے سے رائے بدلتی ہے اور رائے آگے بڑھ کر نظریہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے یہی اہل علم کا حال ہے کہ وہ جس فیلڈ میں ہیں اسی کے مطابق اپنی رائے اور

نظریہ بھی وضع کرتے ہیں' لہذا اہل علم کے مختلف معانی کا یہ اختلاف بھی قوس قزح کے مختلف رنگوں کی طرح دلفریب ہے-----

قرآن کریم میں لفظ علم ۸۷۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی اس کے مختلف مفاہیم موجود ہیں اس سے یہ اندازہ لگانا بہر حال مفید ہے کہ اس کثیر المعنی لفظ اور متعدد الاقسام شیء کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ قرآن جس میں ہر ہر لفظ بڑے ہی فصیحانہ انداز میں مذکور ہے اور ضرورت سے زائد کسی لفظ کا وجود نہیں' اور نہ ہی بلاوجہ الفاظ کی تکرار ہے اس میں کسی لفظ کا ۸۷۷ بار وارد ہونا اس لفظ کے اندر پنہاں معانی کے ایک جہاں کی طرف متوجہ کر رہا ہے اور ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ "اسلام دین علم ہے"-----

وسعتِ علم الٰہی

اہل مغرب ایک عرصہ تک یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ انسانی علم کے بارے میں اہل اسلام کا رویہ محض نظری اور داخلی ہے یعنی Empirical یا عملی و تجربی نہیں' مگر یہ خیال درست نہیں۔ اسلام کی علم کی غرض و غایت جہاں معرفت ذات و صفات باری ہے وہیں فلاح و خیر انسانی بھی ہے-----

ہمارا اعتقاد ہے کہ علم کا Main Source' مصدر' منبع یا سرچشمہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ "واسع علیم" ہے وہ عالم الغیب والشھادۃ ہے وہ دلوں کے بھید جاننے والا" "وما تخفی صدورھم اکبر" اور "و یعلم ما فی الصدور" کی شان کا مالک ہے غیب کے خزانوں کی کنجیاں اس کے پاس ہیں "و عندہ مفاتیح الغیب"-----(۱۲)

اس کے پاس قیامت کے معاملات کا وسیع علم ہے:

"و عندہ علم الساعۃ"-----(۱۳)

وہ علیم حکیم ہے' سمیع علیم ہے' حفیظ علیم ہے' واسع علیم ہے اور العزیز العلیم ہے-----

اچھا' اس کی صفات کی بھی عجب شان ہے' علیم حکیم ہو تو اس سے مراد ہے ہر شئی کا علم رکھنے کے علاوہ اس کے جملہ اسباب اور اس سے متعلق جملہ منافع و خواص اور تاثیرات اور ان کے عملی نتائج سے بھی باخبر ہے اور انہیں بروئے کار لانے والا بھی ہے-----

واسع علیم ہو تو مراد ہے کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں-----

حفیظ علیم ہو تو مراد ہے کہ اس کے علم سے کوئی چیز کبھی Delete محو نہیں ہوتی' واش آوٹ نہیں ہوتی' لمحہ بھر کے لئے او جھل نہیں ہوتی ضائع ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا-----

سمیع علیم ہو تو مراد ہے کوئی بھی چیز جو صوتیات Sounds سے تعلق رکھتی ہو یا فوق صوتیات Ultrasounds سے اس کے نالج میں رہتی ہے' اسے پکارنے والا سمندر کی گہرائیوں میں کسی غواصہ یا Sub-Marine میں بیٹھا اسے پکار رہا ہے یا مچھلی کے پیٹ میں انی کنت من الظالمین کہہ رہا ہے سب اس کی نظر میں ہے-----

وہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی کہ آواز کہاں سے آ رہی ہے کون دے رہا ہے وہ جانتا ہے کہ کس دریا کے کنارے اس کا کون سا بندہ بیٹھا گدڑی سی رہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ کس لمحہ اس بندے نے سوئی دریا میں پھینک دی ہے اسے معلوم ہے کس مچھلی نے آگے بڑھ کر اس سوئی کو لے لیا ہے وہ سن رہا ہے کہ اس کا بندہ مچھلیوں سے اپنی سوئی واپس مانگ رہا ہے وہ حکم دیتا ہے کہ ہر ہر مچھلی میرے بندے کو سونے کی سوئی پیش کرے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا بندہ صرف اپنی پرانی سوئی ہی لے گا مگر وہ عزیز حکیم ہے اس لئے وہ اپنی شان علمی و بندہ پروری کا اظہار کر رہا ہے-----(۱۴)

انسان کو فخر کرنا چاہئے کہ اسے علم اس ذات سے عطا ہوا ہے جو نار نمرود میں ابراھیم کے ڈالے جانے سے پہلے ہی اسے گل گلزار کرنے کی طاقت کی مالک ہے' وہ جو حلقوم اسماعیل پر چھری چلنے سے قبل جنت سے مینڈھا بھیجنے والا ہے' جس کا علم اس قدر تیز رفتار ہے کہ یونس

کے چھلانگ لگانے سے قبل مچھلی کا منہ کھلوا دیتا ہے۔انسانی عقل دنگ ہے کہ اس علیم وخبیر ذات نے پتھر کے پیٹ میں موجود کیڑے کی روزی کا کیا سامان کر رکھا ہے؟-----

بات طویل ہو گئی' کہنا ہم چاہتے ہیں کہ انسان کا سارا علم اللہ کا عطا کردہ ہے: وعلم آدم الاسماء کلها-----(۱۵)

"اللہ نے آدم کو تمام اشیاء کے اسماء سکھا دیئے"-----

ظاہر ہے یہ پوری کائنات کی اشیاء کا علم ہی ہو سکتا ہے جو "کلھا" میں سمٹ آیا اور جو انسانوں کے باوا آدم کو سکھایا گیا' ان کی وسعت کا اندازہ لگانا دشوار ہے-----

تاہم ہر وہ چیز جو انسان اب تک دریافت کر چکا' جان چکا' یا آئندہ دیافت کرے گا یا جانے گا' وہ تمام اسرار و رموز جو حضرت انسان پر اب تک منکشف ہو چکے یا آئندہ ہوں گے۔وہ تمام ظاہری وباطنی کیفیات جو مختلف ادوار میں مختلف انسانوں پر وارد ہوتی رہیں یا آئندہ ہوں گی' ان تمام کا علم حضرت انسان کی فطرت میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے پہلے سے رکھ دیا گیا ہے۔اب یہ اس کا کام ہے کہ وہ کوشش کر کے اپنی فطرت CD.Rom یا ہارڈ ڈسک پر موجود اس Data کو جتنی جلد ممکن ہو Read کر لے-----

علم

یہ گفتگو منبع علم اور وسعت علم الہی کے حوالہ سے تھی' اس ذات پاک نے علم دو طرح کا بنایا ہے۔ایک ہے علم معرفت الہی' اور دوسرا ہے علم معرفت نفس-----

علم معرفت الہی سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے خالق ورب تک رسائی حاصل کرتا ہے' کم از کم اتنی رسائی کہ اسے یقین ہو جائے کہ کوئی ہستی ایسی ہے جو اس کے تمام امور کو Watch کر رہی ہے' حدیث نبوی میں مرتبہ احسان کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے اسی طرف اشارہ فرمایا:

كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك-----

"یعنی اولاً تو اعتقاد یہ ہو کہ وہ میرے سامنے ہے' میں اسے دیکھ رہا ہوں' اور اگر اس درجہ تک رسائی نہ ہو تو کم از کم اتنا یقین تو ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے"-----

اور اتنا اعتقاد تو ہو کہ میں اس کے سامنے جواب دہ ہوں-----

گویا علم معرفت الٰہی' علم حق آگاہ ہے' اور علم معرفت نفس سے مراد وہ علم ہے جسے آپ علم خود آگاہ کہہ سکتے ہیں' اور یہ وہ علم جس کے بارے میں شیخ جلال الدین رومی کہتے ہیں۔

مولوی گشتی و آگاہ نیستی　　از کجا و خود کجا و کیستی (۱۶)

"مولوی بنا پھرتا ہے اور تجھے اپنی خبر نہیں کہ تو کہاں سے آیا ہے ؟ اور کون ہے ؟"-----

یہ وہ علم ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے :

من عرف نفسه فقد عرف ربه-----(۱۷)

"جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا' اس نے اپنے رب تک رسائی حاصل کر لی"-----

یہ وہ علم ہے جو انسان کو انسانیت کا پتا بتا تا ہے۔ غالباً اسی علم کو اقبال نے عشق سے تعبیر کرتے ہوئے کہا تھا۔

جب عشق سکھاتا ہے انداز خود آگاہی　　کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطار ہو رومی ہو' رازی ہو غزالی ہو　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی (۱۸)

محدثین کے نزدیک علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس کا سیکھنا فرض عین ہے اور دوسرا وہ جس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے-----

فرض کفایہ یعنی اگر قوم کے کچھ لوگ بھی سیکھ لیں تو مجموعی ذمہ داری ادا ہو جائے اور فائدہ سبھی کو' پوری قوم کو پہنچے-----

جب کہ فرض عین وہ ہے جس کا سیکھنا ہر مسلم مرد و عورت کے لئے لازمی ہے' جیسے ایمانیات و عقائد' عبادات و معاملات وغیرہ کا علم-----

یہی وہ علم ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

طلب العلم فریضة علی کل مسلم-----(۱۹)

اس حدیث کی تشریح مختلف علوم وفنون سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اپنے اپنے فیلڈ اور شعبہ کے مطابق کی ہے۔ مثلاً مفسر کہتا ہے کہ علم تفسیر فرض ہے۔ محدث کہتا ہے کہ علم حدیث فرض ہے۔ فقیہ کہتا ہے کہ علم فقہ فرض ہے۔ علم کلام کا ماہر کہتا ہے کہ خدا تک رسائی علم کلام سے ہوتی ہے لہذا علم کلام فرض ہے اور صوفیاء کہتے ہیں کہ علم تصوف سے قرب خداوندی ملتا ہے لہذا یہی فرض ہے-----علی هذا القیاس

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اس طرح کے بیس سے زائد طبقات ہیں اور ہر طبقہ کا خیال ہے کہ وہی علم فرض ہے جو اس کے پاس ہے-----(۲۰)

فرضیت علم کے بارے میں جب اس قدر آراء ہوں تو پھر دیکھنا پڑے گا کہ ایک عام مسلمان کس رائے پر چلے اور کس علم کو اپنائے۔ میری دانست میں اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم فرض کی تعریف پر ایک نظر ڈال کر ہی کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں-----

اصول فقہ کی کتابوں میں "فرض" کے معنی ہیں ایسا کام جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے بندوں سے لازمی مطالبہ کیا ہو اور جس کے نہ کرنے سے گناہ لازم آئے-----(۲۱)

اس تعریف کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ علم کی متذکرہ بالا اقسام میں سے اس علم کا حاصل کرنا فرض قرار پائے گا کہ جس سے بے علم رہنے کے نتیجہ میں انسان گناہ گار ٹھہر تا ہو' میں نے تھوڑی دیر پہلے ایک حدیث بیان کی تھی جس میں اسلام کی Defina-tion (تعریف) بیان ہوئی تھی۔ اگر آپ اپنی Memory کو Recall کریں تو الفاظ حدیث سامنے آجائیں گے 'یعنی :

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ کلمہ شہادت' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ-----

میں سمجھتا ہوں کہ انہی پانچ بنیادی باتوں کا علم' ان کی حقیقت اور ان پر عمل کا طور طریقہ

سیکھنا ہی وہ ضروری علم ہے جسے فرض قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اگر کوئی کلمہ سے بے علم ہے تو مسلمان ہی نہیں ہو سکتا' نماز کے اوقات و طریقہ نہیں جانتا' طہارت' آداب نماز و فرائض وواجبات سے واقف نہ ہو گا تو نماز صحیح طور پر ادا نہ کر سکے گا۔ اسی طرح دیگر ارکان کو بھی قیاس کر لیجئے----

میری اس رائے کو امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی کی تائید حاصل ہے' جو پانچویں صدی ہجری کی معروف علمی شخصیت ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"علم کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے" (دیکھئے شعب الایمان' جلد ۲' صفحہ ۲۵۱)----(۲۲)

اس تمہید پر نظر ڈالتے ہوئے سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص پر صرف علم دین ہی حاصل کرنا ضروری ہے اور دیگر تمام علوم کا حصول غیر ضروری؟ نہیں ہرگز نہیں۔ میں اس کی تفصیلی وضاحت ذرا بعد میں کروں گا جب میں یہ بتاؤں گا کہ علم دین کا اطلاق کس کس علم پر ہوتا ہے----

اس وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنہوں نے ہم سے یہ فرمایا کہ طلب العلم فریضة وہ خود کس علم کے عالم تھے اور کون سا علم فرض جانتے ہوئے اس کے سکھانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے----

مسند امام احمد بن حنبل میں ایک روایت ہے کہ بارگاہ نبوی میں ایک وفد آیا' جسے وفد عبد القیس کہا جاتا ہے' چالیس کے قریب افراد پر مشتمل اس وفد کے قیام کا اہتمام مدینہ کے انصار کے ہاں تھا' صبح یہ لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

رات کیسی گزری؟ تمہارے میزبانوں نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟----

انہوں نے کہا:

ہمارے میزبانوں نے ہمیں رات کو نرم بستر اور نرم روٹی پیش کی' صبح عبادت کے طریقے'

قرآن کریم کی سورتیں اور سنت مطہرہ کی چند باتیں سکھائیں-----(۲۳)

سنا آپ نے ' میزبانوں نے کھانے اور ناشتے میں جو علم اپنے مہمانوں کو منتقل کیا وہ کیا تھا قرآن و سنت کا علم۔ گویا جس علم کو عام کرنے کے لئے صحابہ کرام کوئی لمحہ اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے ' وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بقدر فرض علم تھا۔ یعنی وہ چیزیں جن کی ایک مسلمان کو بالکل بنیادی Initial اسٹیج پر ضرورت ہوتی ہے ' جیسے کلمہ ' نماز اور دیگر عبادات کے طریقے-----

تاریخ اسلام سے ذرا سا مس اور معمولی Touch رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ مسجد نبوی میں ایک مقام طلباء Students کے لئے مخصوص تھا ' جس کے آثار آج بھی باقی ہیں۔ تاریخ نگار اسے "صفہ" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ معروف مسلم سکالر ڈاکٹر حمید اللہ نے اسے "فرسٹ اسلامک ریذیڈنشل یونی ورسٹی" کا نام دیا ہے-----(۲۴)

ممکن ہے ہم میں سے بعض دوست صفہ کے چبوترے کے لئے اتنا بھاری بھر کم نام قبول کرنے کو تیار نہ ہوں مگر جن لوگوں نے یونی ورسٹیاں قائم کیں یا قائم ہوتے دیکھی ہیں انہوں نے دار ارقم اور صفہ کو اسی تناظر میں یونی ورسٹی کہا ہے۔ جدید دنیائے اسلام کی شہرہ آفاق یونی ورسٹی جامعہ الازہر کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ اس کا آغاز الازہر مسجد کے صحن سے ہوا تھا ' جہاں محلے کے چند بچے قرآن کریم اور مبادیات اسلام سیکھنے آیا کرتے تھے اور یہ روایت آج بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ مگر الازہر ہزار برس سے ایک عظیم الشان یونی ورسٹی کے طور پر کام کر رہی ہے-----

مدینہ کی اس ریذیڈنشل جامعہ یا صفہ کے اس چبوترے پر کیا سکھایا جاتا تھا؟ بزنس مینجمنٹ یا بزنس ایڈمنسٹریشن؟ کاؤنٹنگ یا آڈیٹنگ؟ بائیو کیمسٹری یا بیالوجی؟ مائیکروسوفٹ یا ہارڈ ویئر ٹیکنالوجی؟ ڈیٹا انٹری سسٹم یا اناٹالوجی؟ Statistics یا Mathematics؟ فوڈ ٹیکنالوجی یا انڈسٹریل پلاننگ؟ فزیالوجی یا کیمونیکیشنز؟-----

لوگ آپ ہی بتائیں گے کہ ان میں سے کوئی بھی چیز وہاں نہ سکھائی جاتی تھی مگر میں یہ عرض کروں گا کہ صفہ کے نصاب تعلیم Sylabus پر ایک نظر عمیق ڈالئے تو معلوم ہو گا کہ تمام علوم وفنون کی بنیادی تعلیم کا نظام صفہ میں موجود تھا۔ کیوں کہ صفہ میں پڑھنے والے "ام الکتاب" پڑھ رہے تھے' ایک ایسی کتاب جس میں دنیا کے تمام علوم کی اساس موجود ہے مگر یہ سب وہ لاشعوری طور پر سیکھتے چلے جا رہے تھے' جو علم شعوری طور پر وہ حاصل کر رہے تھے وہ وہی تھا' جس کا حاصل کرنا فرض ہے-----

ہاں ان طلباء میں ایسے بھی تھے جو بقدر فرض سیکھنے کے بعد اپنے نصاب کا عمیق مطالعہ کرنے میں مشغول تھے' انہی نے آگے بڑھ کر فضا پر کمند ڈالی' سمندروں کو تسخیر کیا' زمین کو اپنے پاؤں تلے روندا اور ۲۵۰ مربع میل یومیہ کی رفتار سے فتوحات کو آگے بڑھاتے ہوئے اسلامی پھریرا چار دانگ عالم میں لہرادیا-----

اسلام کے نصاب تعلیم میں جن باتوں میں زیادہ زور دیا گیا' ان میں سے ایک "فن تحریر" بھی ہے یعنی لکھنے کا فن' صفہ میں اس کا اہتمام ایک خوش نویسی کے استاد کے سپرد تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے قلم کاری کو ترجیحی بنیادوں پر فروغ دیا۔ جنگ بدر میں جو کافر قید ہو کر مدینہ آئے' ان میں سے جنہیں لکھنا پڑھنا آتا تھا' ان کا فدیہ ہی یہ قرار دیا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو وہ آزاد ہیں-----(۲۵)

حضرات گرامی! علم کا دارومدار لکھنے پڑھنے پر ہے' اس کی اہمیت سمجھنے کے لئے پہلی وحی کے الفاظ کافی ہیں:

اقرأ باسم ربك الذی خلق-----(۲۶)

رب العزت نے قرآن کریم کا آغاز لکھنے پڑھنے کی تاکید پر مبنی الفاظ سے کر کے اور اس میں ۷۸ بار لفظ علم کا تکرار کر کے مسلمانوں کو یہ بات باور کرائی ہے کہ قرآن کے پیروکار بننا ہے تو لکھنے پڑھنے سے کام رکھنا ہو گا' اسلام میں داخل ہوئے ہو تو جہالت کا خاتمہ کرنا ہو گا' اچھا

مسلمان بننا ہے تو قرأت و کتابت کو عام کرنا ہو گا ----- قارئین کرام!

ہم نے اب تک جو گفتگو کی ہے' اس میں اس بات کو Focus کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمان کے لئے کچھ علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور کچھ فرض کفایہ۔ علم کا جس قدر حصہ حاصل کرنا فرض ہے' اس کا اہتمام نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھتے ہی فرما دیا تھا -----

فریضہ کیا ہے؟

اب ہم حدیث کو جدید انداز سے دیکھتے ہیں' طلب العلم فریضة کا ترجمہ عموماً یہی کیا جاتا ہے کہ علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اب تک کی گفتگو اسی ترجمہ کے لحاظ سے تھی' مگر جدید عربی میں فریضہ کے ایک معنی ڈیوٹی کے بھی ہیں -----(۲۷)

اس معنی کی روشنی میں اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ منشائے رسالت یہ ہے کہ علم کا حصول ہر مسلمان کی ڈیوٹی ہے۔ جب حصول علم ڈیوٹی قرار پائے تو پھر دیکھنا یہ ہو گا کہ اس ڈیوٹی کی ادائیگی ہر شخص سے کیسے ہو گی؟ اور کون کون سے علوم حاصل کرنا ڈیوٹی قرار پائے گا کیوں کہ علم کی پیش کردہ تعریفات کے مطابق علم کی اقسام لا محدود ہیں۔ ابجد العلوم میں علامہ صدیق حسن خاں نے علم کی جو معروف اقسام لکھی ہیں ان سب کا احاطہ یہاں ممکن نہیں' تاہم بعض اقسام پر اکتفا کرتے ہوئے حروف تہجی کے لحاظ سے ہم ان کی ایک مختصر فہرست یوں بیاں کر سکتے ہیں:

علم الآثار	علم الابعاد والاجرام	علم الاحتساب	علم الاحکام
علم اخبار الانبیاء	علم الاخلاق	علم آداب البحث	علم آداب النبوۃ
علم اسباب النزول	علم الادویہ	علم اسماء الرجال	علم اصول الحدیث
علم اصول الدین	علم اصول الفقہ	علم الانساب	علم الانشاء
علم بدائع القرآن	علم البلاغۃ	علم البیان	علم البیطرہ

علم التاریخ	علم التاویل	علم تعبیر الرؤیاء	علم التصوف
علم التفسیر	علم الجدل	علم الجرح والتعدیل	علم الجغرافیا
علم روایت حدیث	علم درایت حدیث	علم الرحل	علم الجفر
علم الریاضہ	علم الزہد	علم السحر	علم الشعر
علم الطب	علم طبقات المفسرین	علم الطلسمات	علم العدد
علم الفرائض	علم الفقہ	علم القضاء	علم القیافہ
علم الکلام	علم الکون	علم الکیمیاء	علم اللغۃ
علم مبہمات القرآن	علم المکاشفہ	علم الملاحہ	علم منازل القمر
علم المناظرہ	علم المنطق	علم النباتات	علم النجوم
علم وحدۃ الوجود	علم الہندسہ	علم الہیئۃ	(۲۸)

قرآن کریم میں ہے:

و ما کان المؤمنون لینفروا کافۃ---(۲۹)

"یعنی ایسا تو نہیں ہے کہ سارے مسلمان ہی کوچ کریں۔ سب کے سب تحصیل علم دین ہی میں لگ جائیں"-----

اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ ڈیوٹی ادا کیسے ہو گی' جب کہ یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہے کہ نہ ہر شخص بیک وقت انجنیئر' ڈاکٹر اور سکالر ہو سکتا ہے اور نہ ہر اسکالر بیک وقت ٹیکنالوجسٹ' بزنس مین اور طبیب و پائلٹ ہو سکتا ہے-----

نہ ہر ناخدا بیک وقت سرجن' ماہر فلکیات' سول انجنیئر اور فلاسفر ہو سکتا ہے اور نہ ہر فلاسفر بیک وقت ادیب' شاعر' محدث' فقیہ اور مفسر ہو سکتا ہے۔ تو پھر یہ ڈیوٹی کیوں کر پوری ہو گی؟-----

اس کا جواب سمجھنے کے لئے ہمیں پہلے ڈیوٹی کے مفہوم کا تعین کرنا ہو گا' ڈیوٹی کا مفہوم یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو علوم عطا فرمائے تھے' اے اولاد آدم! ان کی حفاظت تمہارا مجموعی فریضہ بھی ہے اور انفرادی فریضہ بھی' اب اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے تقسیم کار خود کر لو۔ کوئی علم فلکیات کا ماہر بن کر اس کی حفاظت کرے تو کوئی علم ارضیات کا ماہر بن کر' کوئی علم میراث کا عالم بن کر کرے تو کوئی علم منطق کا عالم بن کر' کوئی علم فلسفہ میں کمال حاصل کر کے حفاظت کرے تو کوئی علم جغرافیا میں دسترس پیدا کر کے-----

اس کی مثال یوں بیان کر سکتا ہوں کہ ملک کا دفاع بنیادی طور پر ہم سب کی ڈیوٹی ہے' اب کوئی تو یہ ڈیوٹی سرحدوں پر چوکس کھڑا رہ کر ادا کر رہا ہے تو کوئی کمپیوٹر کی سکرین کے سامنے بیٹھ کر' کوئی فضا میں بلند رہ کر یہ ڈیوٹی دے رہا ہے تو کوئی سمندر میں غوطہ زن ہو کر' کوئی لیبارٹری میں ذرے پر تحقیق کر کے یہ ڈیوٹی ادا کر رہا ہے تو کوئی پلانٹ اور کارخانے میں ذرات کو جوڑ کر' کوئی ان ذرات کی حفاظت کا مقدس مشن رت جگے سے پورا کر رہا ہے تو کوئی اپنے بستر پر بے قرار ہو کر' انداز اپنا اپنا مگر سب ایک ہی ڈیوٹی میں مگن ہیں اور وہ ہے حفاظت وطن کی ڈیوٹی-----

بالکل اسی طرح ایک مثال سفینے کی دی جا سکتی ہے' ایک شپ پر میری ناقص معلومات کے مطابق پچاس سے پانچ سو تک کا اسٹاف ہوتا ہے' ان میں کوئی Navigational ڈیوٹی پر ہے تو کوئی Fire Fiting پر' کوئی آرنامنٹ ٹیکنیشن ہے تو کوئی راڈار ٹیکنیشن' کوئی سی مین کا کردار ادا کر رہا ہے تو کوئی سیلر کا' کوئی انجن میکینیکل سے متعلق ہے تو کوئی جنرل میکینیکل سے' کوئی سپلائی والا ہے تو کوئی میڈیکل ایڈ والا' کسی کی ذمہ داری کمیونیکیشن ہے تو کسی کی فائر کنٹرولنگ کی ڈیوٹی ہے-----

الغرض ایک معمولی ورکر سے لے کر کپتان تک سب مل کر ایک ہی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں اور وہ ہے اس شپ کی کامیاب کارکردگی اور پرفارمنس کی ڈیوٹی-----

اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ یہ سارے کام اکیلا کپتان انجام دے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ کمیونیکیشن والے میڈیکل کا علم بھی رکھتے ہوں' الیکٹریکل والے مکینیکل سے بھی واقف ہوں'

سپلائی والے فائر فائٹنگ پر بھی عبور رکھتے ہوں' انجن مکینیکل والے آرنامنٹ کے ماہر ہوں لیکن ایک چیز جس میں سب کا ماہر ہونا لازمی ہے یا جس کا علم سب کے لئے فرض ہے وہ NBCD ہے-----(۳۰)

کیا کوئی نیوی مین اس کی اہمیت و ضرورت سے انکار کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں-----

بالکل اسی طرح علوم بہت سے ہیں اور ان کی مہارت والے لوگ بھی درکار ہیں مگر ان کا سیکھنا سب پر فرض نہیں ہے' ہاں وہ جو سب کے لئے NBCD ہے' وہ ہے دین کی ان بنیادی باتوں کا علم کہ جن کے بغیر "کام کا تو کیا" نام کا مسلم ہونا بھی مشکل ہے-----

ہاں البتہ جس طرح ایک جہاز کو کامیابی سے چلانے کے لئے تمام متعلقہ امور کے ماہرین کا ہونا ضروری ہے' اسی طرح دین کی کشتی کی حفاظت و کامیابی کے لئے بھی تمام علوم کے ماہرین کی تیاری ضروری ہے-----

لہذا ہر وہ علم جس سے تمہارے دین کا سفینہ سلامت اور کامیاب رہے اور جس سے دین کی عمارت کو نقصانات سے بچایا جا سکے' وہ علم' دین ہی کا علم کہلائے گا اور اس کا حاصل کرنا اور سیکھنا مسلمانوں کے لئے لازمی اور ضروری ہو گا اور ہر ایسا علم جس سے دین میں دراڑیں پڑنے لگیں اور دین داروں میں بے دینی پھیلنے لگے' اس سے کنارہ کرنا لازمی ہو گا-----

نتیجہ یہ بر آمد ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے علم ہی کی ضرورت نہیں "" علوم کی ضرورت ہے" وہ سب کو مل کر حاصل کرنا ہے-----

خلاصہ یہ ہے کہ جو علم فرض عین ہے' وہ سب کو فرداً فرداً سیکھنا ہے اور جو فرض کفایہ ہے' وہ سب کو مل کر حاصل کرنا ہے-----

میں امید کرتا ہوں کہ شروع میں قائم کیے گئے ذیلی موضوعات کی وضاحت ہو گئی ہو گی' یعنی مسلمان کی تعریف' اس کی اقسام' ضرورت کا مفہوم اور مسلمان کے لئے علم کی ضرورت وغیرہ-----

اللہ رب العزت ہمیں بحیثیت مسلمان اپنی اپنی ڈیوٹی پہچاننے اور اسے کما حقہ ادا کرنے

کی توفیق دے ----- آمین

(نوٹ: پاکستان نیوی کی سرکاری دعوت پر پڑھا گیا توسیعی لیکچر)

حواشی و حوالہ جات

۱...... القرآن، سورۃ العلق، آیت ۱ تا ۳

۲...... علامہ ابن منظور افریقی، لسان العرب، زیر کلمہ "مسلم"

۳...... القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۲

۴...... الامام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث ۱

۵...... ایضاً / علی متقی، کنز العمال، صفحہ ۳۸۷

۶...... علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم

۷...... علامہ راغب اصفہانی، المفردات، زیر کلمہ "علم"

۸...... Rosenthal Knowledge Triumphant.

۹...... الامام قشیری، الرسالۃ القشیریہ

۱۰...... علامہ الایجی، المواقف

۱۱...... الغزالی، المستصفیٰ

۱۲...... القرآن، سورۃ الانعام، آیت ۵۹

۱۳...... القرآن، سورۃ الزخرف، آیت ۸۵

۱۴...... فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۷۱

۱۵...... القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۳۱

۱۶...... علامہ جلال الدین رومی، مثنوی شریف

۱۷...... کشف المحجوب، صفحہ ۳۹۱ (الحدیث)

۱۸...... علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال

۱۹...... ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم، حدیث ۲۲۴

۲۰...... امام غزالی، احیاء العلوم

۲۱...... عبد الوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، صفحہ ۱۰۵

۲۲...... ابو بکر احمد بن حسین البیہقی، شعب الایمان، جلد ۲، صفحہ ۲۵۱

۲۳...... الامام احمد، مسند احمد بن حنبل

۲۴...... ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور

۲۵...... الامام احمد بن حنبل، مسند امام احمد، ح ۶۲۱۶

۲۶...... القرآن، سورۃ العلق، آیت ۱

۲۷...... المورد

۲۸...... علامہ صدیق حسن خاں، ابجد العلوم

۲۹...... القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۲

۳۰...... NBCD یعنی Nuclear Biological Chemical Damage (یہ ایک تربیتی مرحلہ ہے، جس سے ہر نیول پرسن کو گزرنا لازمی ہے)

فنِ خطابت کے عصری تقاضے

ساحل شہ سرامی، انڈیا

خطابت، انسانی سماج کی ایک اہم ضرورت ہے اور دوسروں تک اپنی بات پہنچانے، انہیں اپنا ہم نوا بنانے اور قائل کرنے کا موثر ذریعہ۔ یہ فن انسان اپنے وجود کے ساتھ لے کر پیدا ہوا۔ اسلام کی تشریف آوری سے پہلے خطابت کا ملکہ عربوں کا سرمایۂ افتخار تھا اور سحبان بن وائل اس فن کا امام۔ اسلام کا پیغام عام کرنے میں خطابت نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے متعدد خطباتِ کریمہ یا اُن کے اجزا، احادیثِ طیبہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ بعد کے بھی زمانوں میں مصلحینِ اُمت نے فکروں کی اصلاح، دلوں کی تطہیر اور اخلاق کی تعلیم کے لیے خطابت کا سہارا لیا۔ اسلامی سطح پر بھی عیدین، جمعہ مبارکہ، حج، نکاح اور جلسہ ہائے میلاد النبی میں خطابت کی شمولیت نے اس کی اہمیت ہمیشہ برقرار رکھی۔ اس لیے افادیت کے پیشِ نظر ان خطبات کو تحریری شکل بھی دی جانے لگی تاکہ موجودہ اور آیندہ نسلیں بھی ان سے مستقل فائدہ اُٹھاتی رہیں۔ ہر زبان میں اس قسم کے کثیر مجموعے مل جائیں گے۔ اردو زبان بھی ان سے مالا مال ہے۔

پہلے عموماً یہ ہوتا تھا کہ خطبات پیش ہونے کے بعد یا اسی محفل میں اصحابِ ذوق انہیں قلم بند کر

لیتے تھے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلسِ وعظ میں چار چار سو افراد قلم دوات سنبھال کر بیٹھتے اور سرکار کے مبارک ارشادات قلم بند کرتے۔ بعد کے زمانوں میں مبتدیوں کی تعلیم کے لیے یہ رسم بھی چل نکلی کہ مختلف موضوعات پر طبع زاد خطباتی تحریریں منظرِ عام پر آنے لگیں۔ یہ خطبات کسی محفل کی دین نہیں ہوتے بلکہ قلم کار اپنے کمرے میں بیٹھ کر ذہن و دماغ میں کسی محفل کا تصور سموتا اور پھر مختلف موضوعات پر بے تکان بولتا نہیں لکھتا چلا جاتا۔ اس طرز کے خطباتی مجموعے نو آموز مقررین کے لیے بڑے مفید ثابت ہوئے۔ انہیں اپنے مطلوبہ موضوعات پر مواد بھی یک جا مل جاتا اور تقریر کے انداز اور بیان کے نشیب و فراز کی تلقین بھی ہو جاتی کہ کس جگہ کس انداز سے گفتگو کرنی ہے۔

کامیاب خطیب بننے کے لیے چند باتوں کی رعایت ضروری ہے

- خطیب کو اندازِ بیان پر قدرت ہو، لب و لہجہ ایسا واضح ہو کہ سامعین دماغ پر زور ڈالے بغیر اس کی باتیں سمجھتے چلے جائیں۔ جو وہ کہنا چاہ رہا ہے، الفاظ اس کی ترجمانی کرتے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آدھی بات کہے اور آدھی دل میں ہی رہ جائے۔ جو بات کہے اس کی معقول توجیہ اور واضح دلیل بھی بیان کرے، تاکہ سامعین اس کی باتوں کے قائل بھی ہوتے چلیں۔
- گفتگو میں تسلسل، روانی اور متوازن جوش کی جھلک دکھائی دینی چاہیے، ورنہ خطابت، خطابت نہ رہے گی بلکہ پند و نصیحت بن کر رہ جائے گی۔
- کسی بھی موضوع یا نکتے کو تمثیلات، بامعنی مترادفات، قصص و واقعات، برمحل اشعار سے دل چسپ بنانا چاہیے تاکہ سامعین پر اس کے بیان کا سحر طاری رہے اور وہ اس کے حصارِ گفتگو سے نکلنے نہ پائیں۔
- سامعین کے ذہن و دماغ کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے موقع کی رعایت بھی ضروری ہے، جو بلاغت کا خاص اصول ہے۔ جہاں موقع اجمال کا ہے، وہاں تفصیل سے گریز ضروری ہے اور جہاں تفصیلی گفتگو کے خواہش مند ہوں، وہاں اجمالی گفتگو بے معنی ہے۔ سامعین کے فکری مزاج، علمی کیفیات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ دانش وروں کے طبقے میں اشاروں میں نکات پیش کیے جاتے ہیں، یہاں عوامی انداز کی گفتگو نہیں سنی جائے گی اور جہاں عوام زیادہ ہوں وہاں علمی نکات بھی بہت وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مثالوں کی روشنی میں پیش کیے جائیں گے۔
- علاقائی اور جغرافیائی مزاج کی معلومات بھی ضروری ہے، ہر جگہ ایک سا انداز نہیں چل سکتا۔ کہاں کس انداز سے گفتگو کا آغاز ہوتا ہے، مزاج ادبی ہے یا سادہ، کس حوالے اور نسبت سے

گفتگو زیادہ بااثر اور مفید رہے گی؟ اگر ان پہلوؤں پر بھی خطیب اپنی توجہ مرکوز رکھے تو اس کی گفتگو میں ہمہ گیر افادیت کا وصف پیدا ہوسکتا ہے۔ خطیب کو گفتگو کے ان دونوں رخ کا خوب علم ہونا چاہیے کہ کیا کہنا چاہیے اور کیا نہیں کہنا چاہیے۔

- نو آموز خطیب کو چند اچھے جملے یا تقریریں یاد کرنی پڑ سکتی ہیں۔ اس کی وجہ سے ابتدا میں لگے بندھے انداز میں سلیقہ مند گفتگو کا طریقہ آتا ہے لیکن طرزِ خطابت پر گرفت حاصل ہوتے ہی رٹنے اور یاد کرنے کے انداز کو آہستہ آہستہ بالکل ترک کر دینا چاہیے۔ اچھے جملے اور شائستہ گفتگو کے طریقے سیکھنے کے لیے شستہ اور ادبی تحریروں کا کثرت سے مطالعہ ضروری ہے۔ اس ذیل میں نسیم حجازی کے اسلامی ناول، اردو کے اعلیٰ ادبی دانش وروں اور رسائل کی تحریریں بہت کچھ دے سکتی ہیں۔ ان میں جو اچھے جملے نظر آئیں، وہاں رُک کر انہیں چند بار دہرالیا جائے، انہیں گفتگو اور تحریروں میں استعمال کیا جاتا رہے تو زبان خود بخود نکھرتی چلی جائے گی۔
- اچھے خطیب کے لیے طرزِ بیان سے واقفیت کے ساتھ ساتھ معلومات کی وسعت بھی از حد ضروری ہے۔ کیوں کہ جب ذخیرۂ معلومات ہی نہ ہوگا تو وہ پیش کیا کرے گا؟ لفظوں میں جان، علم اور مطالعے کی وسعت سے ہی پڑتی ہے، بے جان لفظوں میں افادیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اسلامی مصادر قرآن، تفسیر، حدیث، سیرت، اسلامی تاریخ، حالاتِ صحابہ، واقعاتِ بزرگاں، اقوالِ ائمہ، ملفوظاتِ صوفیہ، حکایاتِ اولیاء کے ساتھ ساتھ صحیفۂ کائنات کا وسیع مطالعہ بھی ضروری ہے۔ زمانے کے رائج تمدنی، سیاسی، سماجی حالات کس رُخ پر جا رہے ہیں۔ دنیاوی علوم کس انداز سے اپنے افکار کی اشاعت کر رہے ہیں، جدید افکار کے چیلنج کیا ہیں؟ ان معاملات سے بھی واقفیت ہونی چاہیے، تاکہ زمانے کے نئے ذہنوں کو اسی انداز سے اسلامی تعلیمات کی تلقین کی جاسکے۔ اس کے لیے ملکی اور عالمی سطح کے معیاری اسلامی وادبی رسائل اور اخبارات کے مطالعے سے اپنی معلومات کو وسعت دی جاسکتی ہے۔ اخبارات اور ریڈیائی خبریں جدید حالات کو آسانی سے ہم تک منتقل کر دیتی ہیں۔ اسلامی اور ادبی مطالعے کا یہ سلسلہ جس قدر تسلسل کے ساتھ جاری رہے گا، اسی قدر خطابت نکھرتی جائے گی۔ ورنہ آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ خطابت کا سکہ چل جانے کے بعد خطیب اسلامیات اور ادبیات کے مطالعے سے خود کو بے نیاز سمجھتے ہیں، اسی لیے ان کی باتیں مطلوبہ اثر نہیں چھوڑتیں۔
- خطابت میں ہاتھ، آنکھ اور دیگر اعضائے جسمانی کے اشارے بھی کام آتے ہیں۔ آواز کا

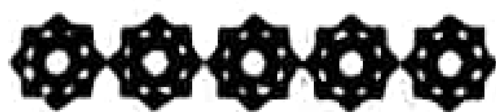
اُتار چڑھاؤ بھی خاصا اثر ڈالتا ہے، لیکن انہیں برتنے کا سلیقہ ہونا چاہیے۔ بے ڈول حرکات، بے تکی کرخت چیختی آوازیں، باتوں کے ساتھ ساتھ خطیب کا اثر بھی کم کردیتی ہیں۔ نوآموز طلبہ اپنے اندر متناسب زیر و بم پیدا کرنے، معتدل حرکات وسکنات کے آداب سیکھنے کے لیے معیاری خطیبوں کو اپنی آنکھوں سے منبر خطابت پر دیکھیں، سنیں، ان کی تقریروں کے کیسٹ سنیں اوران کی ہو بہو نقل نہیں بلکہ ان کا عکس اپنے اندر اُتارنے کی کوشش کریں۔ ظرافت اور خوش طبعی اچھی چیز ہے کہ اس سے گفتگو میں دل چسپی پیدا ہوتی ہے اور واعظانہ خشکی دور ہوتی ہے، لیکن ظرافت کو اسی حد تک برتا جائے کہ اس میں مسخرہ پن کا انداز پیدا نہ ہونے پائے۔ متانت، وقار اور لطافت آمیز سنجیدگی خطیبِ اسلام کے بنیادی اوصاف ہیں، جنھیں ہر خطیب کے اندر لازمی طور سے موجود ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ بندوں کے دل میں خدا کا خوف، رسول کی محبت اور دین کا پیغام سمونے کے لیے سامعین کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کی ذمہ داری بڑی ہے اور منصب عظیم۔

- طبقۂ سامعین میں عموماً ہر معیار کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسلام جذبوں کا احترام سکھاتا ہے، اس لیے ترجمانِ اسلام کو بھی سامعین سے محترم طرزِ خطاب اپنانا چاہیے، تاکہ ان کے دلوں میں احترام کے ساتھ عقیدت کے جذبات بھی موجزن ہوں۔ سنو، کہو، چلو جیسے الفاظ سے احتراز کرتے ہوئے آپ حضرات، حضراتِ سامعین اور کہیے، جیسے معزز اندازِ تخاطب کو اپنانا چاہیے، یہی بزرگوں کی اسلامی روش ہے۔
- خطابت میں آج کل "کہو سبحان اللہ"، "مچل کر کہو سبحان اللہ" وغیرہ سامعین سے کہلوانے کی ایک غیر متوازن رسم چل پڑی ہے۔ دانش مند طبقہ اسے استحسان کی نظروں سے نہیں دیکھتا اور نہ یہ ہمارے بزرگوں کی روش ہے۔ سامعین کو ساتھ لے کر چلنا اچھی بات ہے۔ وعظ اور تفہیمی خطابت میں یہ ایک مفید طرزِ عمل ہے لیکن بیدار رکھنے اور سامعین کی توجہ کو ساتھ لے کر چلنے کی مذکورہ بالا منطق سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر اندازِ بیان دل چسپ ہو، سامعین کو مفید معلومات فراہم ہو رہی ہوں، تو مَیں نہیں سمجھتا کہ سامعین کو اس طرز سے متوجہ کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔
- بدمذہبوں کا ردّ کرنا علماے اسلام کا اہم فریضہ ہے۔ یہ سنت الٰہیہ بھی ہے، سنت رسول بھی اور سنت صحابہ بھی۔ اگر بدمذہبی کی مذمت نہیں کی جائے گی اور اس کی خرابیاں عوام کو نہیں بتائی

جائیں گی تو وہ خود کو ان نحوستوں سے کیسے محفوظ رکھ سکیں گے؟ لیکن اس ذیل میں یہ بات ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ ہر محفل اور ہر وعظ میں یہ اندازِ خطابت نہ موزوں ہے، نہ مطلوب۔ بسا اوقات معروضی انداز میں اپنے عقائد مدلل انداز سے پیش کر دینے سے بھی وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں جو ردِ بد مذہباں سے مقصود ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر قرآن و حدیث، روایاتِ صحابہ اور اقوالِ بزرگان کی روشنی میں سامعین کے سامنے یہ بات واضح کر دی جائے کہ رسولانِ عظام، انبیائے کرام اور بزرگانِ دین کے وسیلے سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرنا، ان بزرگوں سے مشکل اوقات میں مدد مانگنا جائز ہے تو کسی خاص فرقے کی تعیین کے بغیر ان تمام گروہوں کے افکارِ باطلہ کا از خود رد ہو جائے گا جو محبوبانِ بارگاہ سے استعانت کو معاذ اللہ شرک اور بدعت کہتے ہیں۔ اس ذیل میں قرآن و حدیث کا متن پیش کر دینے سے بات اور زیادہ وزن دار، بابرکت اور پُر اثر ہو جاتی ہے۔ نو آموز طلبہ اور نو فارغ علما کو اس سمت میں خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جاء الحق اور معمولاتِ اہل سنت جیسی کتابوں کا مطالعہ اس سلسلے میں ان کی مفید راہنمائی کرے گا۔

- اسلامی خطابت میں موضوع چاہے جو کچھ بھی ہو، اس کا ایک حصہ ایسی باتوں پر ضرور مشتمل ہونا چاہیے جن کو سن کر حاضرین کے دلوں میں خوفِ الٰہی اور عشقِ رسالت پناہی کی لہریں اُٹھتی ہوئی نظر آئیں۔ کیوں کہ اسلامی خطابت کا خاص مقصد یہی ہوتا ہے کہ دنیا کے غافل انسان خطیب کی باتیں سن کر خود کو اپنے رب کے حضور محسوس کریں۔ ایک بزرگ نے ولی کی پہچان یہ بتائی ہے کہ اُسے دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ سچے اسلامی خطیب کی پہچان بھی یہی ہونی چاہیے کہ اس کی باتیں سن کر خدا یاد آئے۔
- خلوص اور فکری طہارت بھی با اثر اسلامی خطابت کا لازمی جزو ہے۔ ان کے بغیر باتوں میں اثر پیدا نہیں ہوتا۔ خطابت کا دلی مقصد بھی دعوت الی الحق، فریضۂ اسلامی کی ادائیگی اور رضائے الٰہی، خوش نودیِٔ مصطفوی کی طلب ہونی چاہیے۔ دنیا کمانا، زورِ بیان دکھانا، واہ واہی لوٹنا، دنیا کے بازی گروں کے مقاصد ہوتے ہیں، اسلامی خطیبوں کے نہیں۔ مولیٰ عزوجل ہمیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور مغضوبات سے دور رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ و افضل التسلیم



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

مجاہدینِ ختم نبوت متوجہ ہوں!

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے آقا ومولیٰ پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ پر سلسلہ نبوت تمام ہو چکا ہے، اس عقیدۂ ختم نبوت پر امت مسلمہ کا شروع سے اجماع ہے اور پھر یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا یا جو آپ کے آخری نبی ہونے میں شک کرے، وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ منکرین رسالت نے ہر دور میں اس اجماعی عقیدے پر حملہ آور ہونے کی ناکام کوشش کی ہے، نئے نئے مدعیان نبوت سامنے آئے لیکن مجاہدین تحفظ ختم نبوت نے ان مدعیان کا بروقت تعاقب کیا اور گلشن اسلام کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

یوں تو برصغیر میں منکرین رسالت کے کئی گروہ ہیں لیکن ان میں انگریز کا خود کاشتہ فتنہ "قادیانیت" نمایاں طور پر سامنے آیا۔ اس فتنہ کی قیادت گورداس پور کے مرزا غلام احمد قادیانی کے حصے میں آئی، جس نے مجددیت سے نبوت کا اپنا پرفریب جال پھیلایا اور کئی سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلایا۔

اہل سنت و جماعت کے عظیم علماء و مشائخ نے اس فتنہ کے خلاف بھرپور جہاد کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کے دام فریب سے بچانے کی سعی فرمائی۔ سنی علماء و مشائخ نے مرزا اور اس کی ذریت کے ساتھ اس کے کافرانہ دعوے پر کامیاب مناظرے، مباہلے اور مباحثے کیے اور اس کی تردید میں بے شمار لاجواب کتابیں لکھیں۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا، لیکن مکمل طور پر ختم نہ ہو سکا۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اہل سنت کی کاوشوں سے مملکت خداداد پاکستان نے سرکاری طور پر منکرین رسالت کے اس گروہ کو کافر قرار دیا۔ اگرچہ دیگر مکاتب فکر نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا لیکن اس عظیم تحریک میں اہل سنت کی خدمات نہایت روشن اور نمایاں ہیں۔ آج اس فتنے کو تقریباً ایک صدی ہو چکی ہے، قادیانیت کی ذریت آج دوبارہ پر پرزے نکال رہی ہے، عصر حاضر کے سنی علماء و مشائخ کی خدمت میں دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ میدان عمل میں آئیں اور اپنے عظیم اسلاف کی یاد تازہ کر دیں: نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

تحریک شیرانِ اسلام پاکستان کے ترجمان "الحقیقۃ" کا ایک عظیم اور ضخیم "تحفظ ختم نبوت نمبر" کا اجراء عمل میں لایا جا رہا ہے، جو عقیدہ ختم نبوت پر ایک اہم دستاویز ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

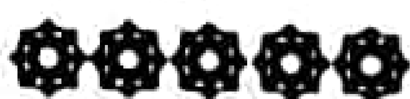
آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ اس عظیم نمبر کو کامیاب بنانے کے لیے آگے بڑھیں اور اپنے رشحات قلم سے نوازیں۔ عقیدہ ختم نبوت، تحریک ختم نبوت، ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں سنی علماء و مشائخ کا روشن کردار، کسی ایک عنوان پر قلم اٹھائیں اور پہلی فرصت میں مقالہ درج ذیل پتے پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ نیز اس سلسلہ میں لٹریچر (کتب و رسائل) ارسال فرما کر اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کو سلامت باکرامت رکھے اور آپ کے علم و عمل میں برکات عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحبہ اجمعین

سید صابر حسین شاہ بخاری القادری

مدیر اعلیٰ مجلہ الحقیقۃ، ادارہ فروغ افکار رضا، برہان شریف ضلع اٹک پوسٹ کوڈ ۴۳۷۱۰

Cell: 0301 - 5437701



قلم: کتابِ زندگی میں قدم بقدم

محمد صحبت خان کوہاٹی

قلم: تین حرفی اکیلا مگر بڑا البیلا لفظ ہے۔ اپنی تخلیق، اپنی تعریف اور اپنی تاریخ کے اعتبار سے بے نظیر و بے بدل کلمہ ہے۔ ایک ایسا لفظ جو کائنات اور اس کی ہر شئے کے اندراج کا ضامن ہے، جو علم اور نشر و اشاعت کا مؤثر اور بے مثال ذریعہ ہے۔ ایک ایسا آلہ جس نے پروردگار جل جلالہ کے حکم سے کائنات ہست و بود کی ہر شئے کو لکھ ڈالا۔ اسی قلم کی بدولت ہمیں قرآن و حدیث اور ان کی تعلیمات تک رسائی ہوئی، اسی قلم کی برکت سے اقوام عالم کی تاریخ سے ہمیں آگاہی ملی اور اسی کے طفیل قوموں کے عروج و زوال کی داستانوں، زندگی کے نشیب و فراز کی کہانیوں، عظیم لوگوں کی حکایتوں اور اولوالعزم پیغمبروں کی قابل رشک باتوں سے آشنائی ہوئی۔

دنیا میں جہاں کہیں علوم و فنون کی تعلیم و ترویج کا شہرہ ہے یا جس جس میدان میں انسانی ذہن کی مہارتوں کا چرچا ہے، سب اسی قلم کا صدقہ ہے۔ مفسرین کے تفسیری نکات، محدثین کی درایت و روایت کی خدمات، محققین کی تحقیقی نگارشات، مؤرخین کے تاریخی واقعات اور جملہ مذاہب کی تعلیمات اسی قلم کی برکات اور ثمرات ہیں۔ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری نے سچ فرمایا:

"علوم و فنون، نظریات و افکار کی تعلیم اور اشاعت میں بے شک زبان کی قوت

بیانیہ کا بڑا حصہ ہے لیکن اس کی افادیت زمان ومکان کی حد بندیوں میں محصور ہے۔ قلم ایک ایسا آلہ ہے جو زمان ومکان کی مسافتوں کو تسلیم نہیں کرتا، وہ گزشتہ صدیوں کے علوم وفنون سے حال و مستقبل کو روشن کرتا ہے اور دور دراز علاقوں میں پیدا ہونے والے اولوالعزم حکماء وعلماء کے افکار ونظریات کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچاتا ہے"---[۱]

قلم: اپنی تخلیق اور تاریخ کے آئینہ میں:

ترمذی شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ! قلم نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا، تقدیر کو لکھ، چنانچہ قلم نے ہر وہ چیز لکھ دی جو گزر گئی اور آئندہ کبھی بھی ہونے والی ہے"---[۲]

اسی طرح مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں (اندازے) لکھ دیے تھے اور اس کا تخت (حکومت واقتدار) پانی پر تھا"---[۳]

علامہ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"تقدیریں لکھنے والا قلم نور کا تھا، جس کا طول آسمان وزمین کی درمیانی مسافت کے برابر تھا"---

علامہ فخر الدین رازی علیہ رحمۃ الباری نے سورۂ قلم کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ ثُمَّ قَالَ لَهُ اُكْتُبْ مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ، فَجَرٰى بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ الْآجَالِ وَ الْاَعْمَالَ، قَالَ: وَ هُوَ قَلَمٌ مِنْ نُوْرٍ طُوْلُهٗ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ---[۴]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، پھر اس سے فرمایا لکھ، جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، چنانچہ اس نے قیامت تک ہونے والے (واقعات) لکھ ڈالے۔ اموات اور اعمال کے

اعتبار سے۔ فرمایا: یہ نور کا قلم ہے، اس کا طول آسمان و زمین کے مابین کی طرح (طویل) ہے"---

قرآن میں قلم کا بیان

قلم کا لفظ پورے قرآن میں دو جگہ آیا ہے، اس کی جمع اقلام آتی ہے اور حسن اتفاق ہے کہ "اقلام" کا کلمہ بھی دو آیتوں میں مذکور ہے، تفصیل یہ ہے:

۱ سورۂ قلم کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ O---[۵]

"ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں"---

۲ سورۃ العلق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ O الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O---[۶]

"پڑھیے، آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا"---

۳ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۴ کا ایک حصہ یوں ہے:

وَ مَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَیُّھُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ---[۷]

"اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی"---

۴ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۷ میں رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ O---[۸]

"اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے علاوہ سات سمندر (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی ختم نہیں ہوں گی اللہ کی باتیں، بے شک اللہ سب پر غالب بڑا دانا ہے"---

سورۂ لقمان کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں "ضیاء القرآن" کا یہ اقتباس جذب آمیز ہے، ملاحظہ ہو:

"روئے زمین پر جتنے درخت ہیں، ان کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندر روشنائی بن جائے اور جب ایک سمندر کا پانی ختم ہونے لگے تو یکے بعد دیگرے سات سمندروں کا پانی روشنائی بنتے چلے جائیں، قلمیں گھس کر رہ جائیں گی، سات

سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، لیکن علم الٰہی کا ایک قلیل حصہ رقم نہیں ہو سکے گا۔

دانائے راز شیراز نے بھی اپنی حد تک خوب کہا ہے:

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

کاغذ ختم ہو گیا، عمر انتہا کو پہنچ گئی۔ ہم ساری زندگی مہند قلم دوڑاتے رہے، تیری صفات کا احاطہ تو کجا ابھی تو تیری پہلی وصف کا بیان بھی مکمل نہیں ہوا" ---[۹]

علامہ امام الشیخ الفضل بن الحسن الطبرسی اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں نٓ و القلم کی تفسیر میں خوب فرماتے ہیں:

وَ قِیْلَ ھُوَ الْحُوْتُ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْاَرَضُوْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُجَاھِدٍ وَ مُقَاتِلٍ وَ السُّدِیِّ وَ قِیْلَ ھُوَ حَرْفٌ مِنْ حُرُوْفِ الرَّحْمٰنِ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ قِیْلَ ھُوَ الدَّوَاۃُ عَنِ الْحَسَنِ وَ قَتَادَۃَ وَ الضَّحَاکِ وَ قِیْلَ نُوْنٌ لَوْحٌ مِنْ نُوْرٍ وَ رُوِیَ مَرْفُوْعًا اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ قِیْلَ ھُوَ نَھْرٌ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اللّٰہُ لَہٗ کُنْ مِدَاداً فَجَمَدَ وَ کَانَ اَبْیَضَ مِنَ اللَّبَنِ وَ اَحْلٰی مِنَ الشَّھْدِ ثُمَّ قَالَ لِلْقَلَمِ اُکْتُبْ فَکَتَبَ الْقَلَمُ مَا کَانَ وَ مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِہٖ الْحُوْتُ فِی الْبَحْرِ وَ ھُوَ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ اِذْ خَلَقَھَا فِی الْمَآءِ فَاِذَا فَارَقَ الْمَآءَ مَاتَ کَمَا اَنَّ حَیَوَانَ الْبَرِّ اِذَا خَالَطَ الْمَآءَ مَاتَ (وَ الْقَلَمُ) الَّذِیْ یُکْتَبُ بِہٖ اَقْسَمَ اللّٰہُ بِہٖ لِمَنَافِعِ الْخَلْقِ فِیْہِ اِذْ ھُوَ اَحَدُ لِسَانَیِ الْاِنْسَانِ یُؤَدِّیْ عَنْہُ مَا فِیْ جَنَانِہٖ وَ یُبَلِّغُ الْبَعِیْدَ عَنْہُ مَا یُبَلِّغُ الْقَرِیْبَ بِلِسَانِہٖ وَ بِہٖ تُحْفَظُ اَحْکَامُ الدِّیْنِ وَ بِہٖ تَسْتَقِیْمُ اُمُوْرُ الْعَالَمِیْنَ وَ قَدْ قِیْلَ اِنَّ الْبَیَانَ بَیَانَانِ بَیَانُ اللِّسَانِ وَ بَیَانُ الْبَنَانِ وَ بَیَانُ اللِّسَانِ تَدْرُسُہُ الْاَعْوَامُ وَ بَیَانُ الْاَقْلَامِ بَاقٍ عَلٰی مَرِّ الْاَیَّامِ وَ قِیْلَ اِنَّ قِوَامَ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا بِشَیْئَیْنِ الْقَلَمِ وَ السَّیْفِ وَ السَّیْفُ تَحْتَ الْقَلَمِ وَ قَدْ نَظَمَہٗ بَعْضُ الشُّعَرَآءِ وَ اَحْسَنَ فِیْمَا قَالَ:

اِنْ یَخْدِمِ الْقَلَمَ السَّیْفُ الَّذِیْ خَضَعَتْ
لَہُ الرِّقَابُ وَ دَانَتْ حِذْرَہُ الْاُمَمُ

فَالْمَوْتُ وَ الْمَوْتُ شَيْئٌ لَا يُغَالِبُهٗ
مَا زَالَ يَتْبَعُ مَا يَجْرِیْ بِهِ الْقَلَمُ
كَذَا قَضَى اللّٰهُ لِلْاَقْلَامِ مُذْ بَرِيَتْ
اِنَّ السُّيُوْفَ لَهَا مُذْ اُرْهِفَتْ خَدَمُ

"کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مچھلی ہے جس پر زمینیں قائم ہیں، یہ روایت ابن عباس، مجاہد، مقاتل اور سدی سے مروی ہے اور کہا گیا کہ یہ حروف رحمٰن میں سے ایک حرف ہے، ایک دوسری روایت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد دوات ہے، یہ حسن، قتادہ اور ضحاک سے مروی ہے۔ کہا گیا ہے کہ نون سے مراد نور کی تختی ہے، یہ نبی کریم ﷺ تک مرفوعاً روایت کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد جنت کی ایک نہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے سیاہی بن جانے کا حکم دیا تو وہ برف بن گئی، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی، پھر قلم کو لکھنے کا حکم دیا تو قلم نے ما کان و ما یکون "جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ تا قیام قیامت واقع ہونے والا تھا" کو لکھ دیا، یہ ابو جعفر الباقر سے مروی ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد سمندر کے اندر مچھلی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پانی کے اندر پیدا کیا ہے، پانی سے جدا ہوتے ہی مر جاتی ہے، جیسے خشکی کے حیوانات جب پانی کے ساتھ مختلط ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں---

و القلم، یعنی جس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم اس میں لوگوں کے منافع کی وجہ سے اٹھائی، کیوں کہ یہ انسان کی دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے اور دور والے تک اس کے ذریعے وہ چیز پہنچاتا ہے جو قریب والے تک زبان کے ذریعے پہنچاتا ہے۔ اسی کے ذریعے احکام دین کو محفوظ کیا جاتا ہے، اسی کے ذریعے عالمین کے امور کی استقامت ممکن ہے۔ کہا گیا ہے کہ بیان کی دو قسمیں ہیں، زبان کا بیان اور قلم کا بیان، زبان کے بیان کو لوگ مٹا دیتے ہیں، جب کہ قلم کا بیان ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دین و دنیا کے امور کی درستگی دو چیزوں، قلم اور تلوار کے ذریعے ممکن ہے، تلوار قلم کے تابع ہے، کسی شاعر نے اس کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

اگر قلم کی اتباع وہ تلوار کرے جس کے لیے گردنیں جھک گئی ہیں اور اقوام اس کی پناہ میں آ گئی ہیں تو موت ایک ایسی چیز ہے جو اس وقت تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، جب تک کہ وہ قلم کی اتباع کرتی رہے۔ جب سے قلمیں بری (خشک) ہو چکی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسا ہی فیصلہ کر دیا ہے اور تلواریں جب سے تیز (باریک) کر دی گئی ہیں، ان کی خادم ہیں"---[۱۰]

قلم کی عظمت اور فضیلت

رب ذوالجلال والاکرام نے اپنی تمام تر کبریائی اور بڑائی، اپنے تمام جلال و جمال اور فضل و کمال کے باوجود اپنے بے مثال کلام میں جن چیزوں کی قسم کھائی اور اس نسبت سے ان کو عزت و منزلت بخشی، ان میں "قلم" بھی شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ O﴾---

"ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں"---

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر "المظہری" کی آخری جلد میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نٓ: یہ حروف مقطعات میں سے ہے، بعض علماء کا قول ہے کہ نون کا معنی ہے مچھلی اور مراد یا عام مچھلی یا حوت (ایک مچھلی کا نام) جس پر زمین قائم ہے، یا نون کا معنی ہے دوات (اور یہی مراد بھی ہے) کیوں کہ بعض مچھلیوں سے کالی روشنائی سے بھی زیادہ سیاہ روشنائی بنائی جاتی ہے، جس سے لکھا جاتا ہے، اس کی کتابت بصورت حرف ن کی جاتی ہے اور تلفظ سکون کے ساتھ (یعنی نون) کیا جاتا ہے، خواہ وصل کے ساتھ پڑھا جائے یا وقف کے ساتھ---

و القلم: قلم کی قسم، واؤ قسمیہ ہے، القلم سے مراد وہی قلم ہے، جس سے لوح محفوظ کی تقدیر لکھی گئی ہے"---

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"یہ بھی احتمال ہے کہ القلم سے عام قلم مراد ہو، قلم کے فوائد بکثرت ہیں، اس لیے اللہ نے اس کی قسم کھائی---

وما یسطرون: اور اس چیز کی قسم، جس کو وہ لکھتے ہیں۔ (کون لکھنے والے مراد

ہیں) اگر قلم تقدیر مراد ہو تو لکھنے والے سے یہی مراد ہوگا۔ (لیکن قلم تقدیر تو ایک ہے اور یسطرون جمع کا صیغہ ہے) تعظیماً قلم تقدیر کی طرف جمع کی ضمیر راجع کی۔ (جیسے بڑے آدمی کے لیے تعظیماً جمع کے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں)''---[۱۱]

سورۂ قلم کی روشنی میں مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ قلم کی جلالت شان اور رفعت مقام کو ظاہر کرنے کے لیے قرآن حکیم نے اس کی قسم کھائی ہے۔ محسن ملک وملت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی دلآویز تفسیر ''ضیاء القرآن'' کی آخری جلد میں فرماتے ہیں:

''قرآن حکیم، جو علم وحکمت کی برتری کا علم بردار ہے، جس نے آدم خاکی کی عظمت کا راز اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کا سینہ علوم وفنون کا گنجینہ تھا، کوئی مخلوق حتی کہ نوری فرشتے بھی اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس لیے قرآن کریم نے قلم کو جو علم کی نشر واشاعت کا مؤثر اور بے مثال ذریعہ ہے، اس کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی قسم کھائی، تاکہ اس قرآن کریم کے ماننے والے قیامت تک حکمت ودانش کے کارواں کی قیادت کرتے رہیں۔ اس کے حصول کے لیے پیہم جدوجہد سے اکتا نہ جائیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو اس کی روشنی سے منور کرنے کے لیے اپنی ہر امکانی کوشش کریں۔ صرف قلم کی قسم کھا کر اس کی عزت افزائی نہیں کی گئی بلکہ و ما یسطرون فرما کر علم کے ان جواہر پاروں کی بھی قسم کھائی گئی ہے جو نوک قلم سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنتے ہیں، اس طرح ان کی شان کو بھی دوبالا کردیا''---[۱۲]

حضرت قتادہ نے قلم کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے اگر قلم کا وجود نہ ہوتا تو دین قائم نہ رہ سکتا، نہ ہی زندگی اصلاح پا سکتی اور یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ دین کی تعلیمات دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ رہی ہیں اور یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ زندگی کے تمام معاملات اور معمولات بحسن وخوبی انجام پا رہے ہیں۔ سورۃ العلق کی آیت مطہرہ ''عَلَّمَ بِالْقَلَمِ'' کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب ''مجمع البیان فی تفسیر القرآن'' حضرت قتادہ ﷺ کے اس فرمان کو الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

قَالَ قَتَادَةُ اَلْقَلَمُ نِعْمَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَظِیْمَةٌ لَوْلَاهُ لَمْ یَقُمْ دِیْنٌ وَ لَمْ یُصْلِحْ عَیْشٌ---[۱۳]

''قتادہ نے فرمایا، قلم، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہے، اگر قلم نہ ہوتا تو نہ دین قائم رہتا اور نہ زندگی اصلاح پاتی''---

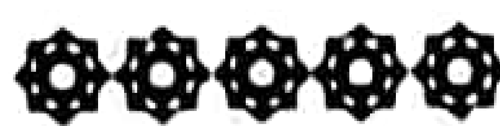
قلم کے مشہور نام

ہر طرز کے، ہر ساخت کے اور ہر قیمت کے قلم، دنیا کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں، کسی بھی جنرل سٹور یا کسی بھی قلم وقرطاس کی دکان پر آپ چلے جائیں، خوب صورت قلموں کا انبار بہار دکھائی دیتا ہے۔ میں نے ایک دکان دار سے قلموں کی مشہور قسموں کے بارے میں پوچھا تو اس نے مختلف قلموں کے یہ نام گنوائے:

پارکر	Parker	شیفر	Shaffer
ڈالر	Dollar	مارکر	Marker
ہیرو	Hero	ایگل	Eagle
پکاسو	Picasso	رانڈو (ڈیلکس)	Rondo
پیانو	Piano	اپالو	Appolo
بہادر	Bahadur	گولڈن	Golden
ونگ سن	Wingson	کنگ سن	Kingson

حوالہ جات

۱ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیاء القرآن، جلد ۵، صفحہ ۳۲۹
۲ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، علامہ، تفسیر مظہری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹
۳ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، بحوالہ تفسیر مظہری
۴ رازی، امام فخر الدین، التفسیر الکبیر، جلد آخر
۵ سورۃ القلم، آیت: ۲،۱ ۶ سورۃ العلق، آیت: ۴،۳
۷ سورۂ آل عمران: آیت: ۴۴ ۸ سورۂ لقمان، آیت: ۲۷
۹ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، تفسیر ضیاء القرآن
۱۰ الطبرسی، شیخ ابو علی الفضل بن الحسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، دار احیاء التراث الغربی، بیروت، صفحہ ۳۳۲
۱۱ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، علامہ، تفسیر مظہری
۱۲ تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۵، صفحہ ۳۲۹
۱۳ مجمع البیان فی تفسیر القرآن، دار احیاء التراث الغربی، بیروت، صفحہ ۳۳۲



قرآن کریم کی تاثیر

مولانا نعیم الدین

اتنی بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ قرآن پاک حضور ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے، رہی یہ بات کہ اس کے وجوہِ اعجاز کیا ہیں؟ اس سے البتہ اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ قرآن پاک کے معجزہ ہونے کی متعدد وجوہات ہیں، جو اس سلسلہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس موقع پر ہم وجوہِ اعجاز میں سے صرف ایک وجہ کا ذکر کرتے ہیں، وہ وجہ ہے "تاثیر قرآنی" یعنی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی اثر انگیزی رکھی ہے، جو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔

قرآن پاک کی اثر انگیزی کا نتیجہ ہے کہ اس کے نزول سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا، جو لوگ ہوا و ہوس کا شکار، رحمان کے باغی اور شیطان کے پرستار تھے، قرآن کی بدولت ان کی دنیا بدل گئی، بے شمار لوگ قرآن سے متاثر ہو کر دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور لاتعداد لوگوں کو قرآن کے طفیل ہدایت نصیب ہوئی۔

قرآن پاک کی اثر انگیزی کے بہت سے واقعات کتب حدیث و تاریخ میں بکھرے پڑے ہیں، چند واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے فرمایا، مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا، آپ مجھ سے سننا چاہتے ہیں، حالانکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں، جی یہی چاہتا ہے کہ قرآن کسی اور سے سنوں۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کردی، جب اس آیت کریمہ پر پہنچا:

﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾---[النساء،۴:۴۱]

''اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور (اے حبیب!) ہم لے آئیں گے آپ کو ان سب پر گواہ''---

تو آپ ﷺ نے فرمایا، اب بس کرو۔ میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔[۱]

۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (مسجد نبوی میں) بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں سے تشریف لائے اور ان حضرات کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ آں حضرت ﷺ کی ریش مبارک میں سر سے زیادہ سفید بال آچکے تھے۔ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر رونا آ گیا، عرض کرنے لگے، یارسول اللہ! آپ پر تو بہت جلد بڑھاپا طاری ہوگیا، فرمایا، ہاں مجھے سورۃ ھود، سورۃ واقعہ، سورۃ القارعۃ، اذا الشمس کورت اور سَاَلَ سَائِلٌ نے بوڑھا کردیا۔[۲]

۳) ایک نوجوان صحابی پر حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوا، وہ تلاوت میں مشغول تھے، جب وہ ﴿فاذا انشقت السماء فکانت وردة کالدهان﴾[الرحمٰن،۵۵:۳۷] پر پہنچے ''جب آسمان پھٹ جائے گا اور ایسا سرخ ہوجائے گا جیسے سرخ نری یعنی چمڑا'' تو بدن کے بال کھڑے ہوگئے، روتے روتے دم گھٹنے لگا، کہہ رہے تھے:

ہاں جس دن آسمان پھٹ جائیں گے (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا، ہائے میری بربادی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔[۳]

۴) ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر ﷛ بہت زیادہ رویا کرتے تھے، بالخصوص جب کہ قرآن پاک پڑھتے تو پھر آپ کو آنسوؤں پر کنٹرول ہی نہیں رہتا تھا۔[۴]

۵) حضرت سیدنا عمر ﷛ کی شخصیت پر قرآن پاک کا بے حد اثر تھا، آپ کے ایمان لانے کا واقعہ مشہور ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ نے سورہ طٰہٰ کا ابتدائی حصہ پڑھا تو اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے بعد قرآن پاک سے اتنا لگاؤ اور تعلق ہو گیا تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے سامنے کوئی آیت پڑھ دیتا تھا تو آپ سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ صحابہ کرام میں آپ کے متعلق یہ بات معروف و مشہور تھی:

كَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ---[۵]

"آپ کتاب اللہ کے (احکام کے) آگے سب سے زیادہ گردن ڈال دینے والے ہیں"---

قرآن پاک پڑھتے تو بے اختیار گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابورافع ﷛ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے فجر کی نماز حضرت عمر ﷛ کی اقتداء میں پڑھی، میں مردوں کی سب سے آخری صف میں تھا۔ حضرت عمر ﷛ نے سورہ یوسف کی تلاوت شروع کی، آپ بہت بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے، جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ﴾---[یوسف،۱۲:۸۶]

"میں اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں"---

تو رونے لگے اور اس قدر روئے کہ قرأت موقوف ہو گئی اور آگے نہ پڑھ سکے۔ (باوجودیکہ میں سب سے پچھلی صف میں تھا، لیکن) مجھے آپ کے رونے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔[۶]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابن ابی الدنیا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق ﷛ شہر کی دیکھ بھال کے لیے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی، وہ سورۂ والطور پڑھ رہے تھے، آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾---[الطور،۵۲:۷،۸]

''بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر ہی رہے گا، اس کو کوئی روکنے والا نہیں''---

تو زبان سے نکل گیا۔ ''رب کعبہ کی قسم سچی ہے''۔ پھر آپ سواری پر سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اس آیت کے اثر سے یہ حالت ہوگئی کہ ایک ماہ تک آپ بیمار پڑے رہے، لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے، لیکن کسی کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ بیماری کیا ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز سورہ طور پڑھی، جب اس آیت پر پہنچے۔ ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ﴾ تو ایک سرد آہ بھری اور بیمار ہوگئے اور ایسے بیمار ہوئے کہ بیس دن تک لوگ عیادت کو آتے رہے۔[۷]

۶) حضرت سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (مسلمان ہونے سے پہلے) ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لیے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں، میں پہنچا تو آپ مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے (اور آواز مسجد کے باہر تک پہنچ رہی تھی) جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾---

تو اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا۔ میں نے فوراً اسلام قبول کیا، مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔[۸]

۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ کہ آپ تلاوت قرآن کے وقت بہت رویا کرتے تھے، چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے سورۂ مطففین کی تلاوت شروع کی، جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾---[المطففین، ۸۳:۶]

''جس دن تمام آدمی رب العٰلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''---

تو رونے لگے اور اس قدر روئے کہ آواز گلے کے بجائے ناک سے نکلنے لگی اور قراءت موقوف کرنی پڑی۔[۹]

۸) حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے وقت رو رہے تھے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو عمر بھر اعمال صالحہ اور عبادات میں مشغول رہے، پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا، تم یہ کہتے ہو اور میرے کانوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گونج رہا ہے:

﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾---[المائدہ، ۵:۲۷]

''خدا تعالیٰ متقیوں کا عمل قبول کرتا ہے''---

مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری کوئی عبادت قبول بھی ہوگی یا نہیں۔[۱۰]

۹) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام عبدالرزاق کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کی گود میں سر رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ اچانک رونے لگے، آپ کی اہلیہ بھی رونے لگیں، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیوں رونے لگیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ آیت یاد آ گئی تھی:

﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا﴾---[مریم، ۱۹:۷۱]

''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا جہنم پر سے گزر نہ ہو''---

معلوم نہیں اس سے چھٹکارا ہوگا یا نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ اس وقت بیمار تھے۔[۱۱]

۱۰) ''حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شروع میں میں نے لوگوں کے کہنے سننے سے شرما شرمی اسلام قبول کر لیا تھا، مگر میرے دل میں اسلام راسخ نہیں تھا، یہاں تک کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اچانک آپ پر نزول وحی کے آثار ظاہر ہوئے اور بعض عجیب حالات کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قاصد میرے پاس آیا ہے اور یہ آیت مجھ پر نازل ہوئی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾---[النحل، ۱۶:۹۰]

''بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو''---

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو دیکھ کر اور آیت سن کر میرے دل میں ایمان مضبوط و مستحکم ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی۔[۱۲]

۱۱) حضرت زُرارہ بن اوفی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۳ھ) جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ حاصل ہے، ان کے ایک شاگرد بہز بن حکیم کا کہنا ہے کہ حضرت زرارہ بن اوفی مسجد بنو قشیر (بصرہ) میں ہمیں نماز پڑھا رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے:

﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾---[المدثر،۷۴:۸]

''جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا''---

تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا، لوگ اٹھا کر گھر تک لائے، اٹھانے والوں میں میں بھی شریک تھا۔[۱۳]

۱۲) حضرت خالد بن حسان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) نے ہمارے شام کی، آپ روزے سے تھے، میں افطار کے وقت کھانا لے آیا، اچانک آپ کو اس آیت کا دھیان آ گیا:

﴿اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّ جَحِیْمًا وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾---[المزمل،۷۳:۱۲،۱۳]

''ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے''---

آپ کھانا نہ کھا سکے، فرمایا، اٹھا لو، اگلے روز پھر شام کو ایسا ہی ہوا، کھانا اٹھوا دیا، تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو ان کے صاحب زادے حضرت ثابت بنانی، یزید ضبی اور یحییٰ بکاء کے پاس گئے اور حال سنایا، یہ تینوں حضرات آئے اور حضرت حسن سے کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے، مجبور ہو کر کچھ تناول فرمایا۔[۱۴]

۱۳) حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۰ھ) جلیل القدر تابعی اور حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ہستیوں کے شاگرد

ہیں، ان کے بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی، بھائیوں میں سے کسی نے پوچھا تو فرمایا، تلاوت میں یہ آیت یاد آ گئی تھی:

﴿وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾---[الزمر،۳۹:۴۷]

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا، جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا"---

وفات کے وقت بھی گھبرارہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔[۱۵]

۱۴) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ (متوفی ۱۵۰ھ) کے متعلق تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے، آپ کا معمول تھا کہ ہر روز تہجد میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے، رمضان المبارک میں اس معمول میں اضافہ ہو جاتا تھا، چناں چہ رمضان میں آپ اکسٹھ قرآن پاک ختم کرتے تھے، ایک دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں۔ خوف وخشیت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات اگر کوئی آیت آخرت سے متعلق آجاتی تو اسی کو پڑھتے پڑھتے ساری رات گزر جاتی، بعض اوقات آپ پر لرزہ اور کپکپی طاری ہو جاتی۔ آپ کی عبادت وریاضت سے متعلق بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں، دو تین واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

حضرت امام اعظم ﷺ کے شاگرد زفر بن ہذیل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام صاحب ﷺ نے ہمارے یہاں رات گزاری، تہجد کی نماز میں قراءت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾---[القمر،۵۴:۴۶]

"بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے"---

تو اس آیت کو پڑھتے پڑھتے ساری رات گزار دی۔[۱۶]

یہی واقعہ حضرت قاسم بن معن علیہ الرحمہ سے بھی مروی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام صاحب ﷺ اس آیت کو پڑھتے ہوئے روتے اور گڑگڑاتے رہے۔[۱۷]

حضرت ابوزائدہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے امام اعظم ﷺ کی مسجد میں آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی،

نماز سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے، میری موجودگی کا کسی کو علم نہیں ہوا، میں امام صاحب سے علیحدگی میں ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا، لیکن ہوا یہ کہ امام صاحب نماز کے لیے اٹھے نیت باندھی اور قراءت شروع کردی، جب اس آیت پر پہنچے:

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾---[الطور،۵۲:۲۷]

"سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا"---

تو اسی کو بار بار پڑھتے رہے، میں انتظار میں تھا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں، مگر آپ نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کردی، حتی کہ مؤذن نے آکر فجر کی اذان دے دی۔[۱۸]

حضرت ابراہیم بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نے حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑے ہو کر فجر کی نماز پڑھی، جب امام نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾---[ابراہیم،۱۴:۴۲]

"اور جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں، ان سے خدا تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھیے"---

تو مجھے صاف محسوس ہوا کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ خوف کی وجہ سے کانپ رہے ہیں۔[۱۹]

۱۵) حضرت خلید علیہ الرحمہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾---[العنکبوت،۲۹:۵۷]

"ہر جان دار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"---

تو اس کو بار بار پڑھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اس کو پڑھو گے، تمہارے اس بار بار پڑھنے سے چار جن مر چکے ہیں۔ حضرت خلید پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ شدت غم کی وجہ سے یوں لگتا تھا کہ حواس کھو بیٹھے ہیں۔[۲۰]

قارئین محترم! تاثیر قرآن کریم سے متعلق یہ چند واقعات مشتے از خروارے ذکر کیے گئے ہیں، ان جیسے دیگر بہت سے واقعات کتابوں میں پائے جاتے ہیں، ان واقعات سے جہاں اعجاز قرآنی کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے، وہیں یہ واقعات ہمارے لیے باعث عبرت و موعظت بھی ہیں۔

ایک سوال کا جواب

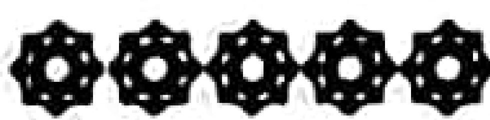
بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی تاثیر پر ہمارا ایمان ہے اور بزرگوں کے

واقعات کو بھی ہم مانتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس دور میں یہ اثر کیوں نظر نہیں آتا؟

جواب یہ ہے کہ معالج جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اسے دوا کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی بتلاتا ہے، اگر مریض دوا کے ساتھ پرہیز بھی کرتا ہے تو اسے شفا ہوتی ہے، ورنہ نہیں۔ اسی طرح سمجھ لیجیے کہ قرآن کریم نسخۂ شفا ہے، اس پر عمل کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے اور وہ ہے حرام کھانے، پینے اور پہننے سے بچنا، آج کل چونکہ رزق انتہائی مشکوک ہو چکا ہے اور حرام وحلال کی تمیز مشکل ہو گئی ہے، اس لیے اثرات نظر نہیں آتے۔ تاہم اس گئے گزرے دور میں بھی کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جو حرام سے بچتے ہیں اور ان کی زندگیوں پر قرآن کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ جات

۱......صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ ۶۵۹
۲......قیام اللیل، مروزی، صفحہ ۵۸
۳......قیام اللیل، صفحہ ۵۷
۴......ایضاً، صفحہ ۵۷
۵......صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ ۷۶۹
۶......قیام اللیل، صفحہ ۵۷
۷......تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن الکثیر (عربی)، جلد۴، صفحہ ۲۴۰
۸......الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، جلد۱۷، صفحہ ۶۲
۹......قیام اللیل، صفحہ ۵۷
۱۰......معارف القرآن، جلد۲، صفحہ ۱۱۳
۱۱......تفسیر القرآن العظیم لابن الکثیر، جلد۳، صفحہ ۱۳۲
۱۲......معارف القرآن، جلد۵، صفحہ ۳۷۶
۱۳......سیر اعلام النبلاء، جلد۴، صفحہ ۵۱۶
۱۴......روح المعانی، جلد۱۰، صفحہ ۱۲۳
۱۵......تذکرۃ الحفاظ، جلد۱، صفحہ ۱۲۷
۱۶......مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق، صفحہ ۲۰۸/عقود الجمان، صفحہ ۲۱۸
۱۷......عقود الجمان، صفحہ ۲۲۴
۱۸......مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق، صفحہ ۲۱۵/عقود الجمان، صفحہ ۲۱۸
۱۹......عقود الجمان، صفحہ ۲۲۸
۲۰......قیام اللیل، صفحہ ۵۹



دل چسپ قرآنی عجائبات

ابو عبد القادر مدنی

ایک سو چودہ سورتیں اور ایک سو چودہ مرتبہ بسم اللہ

قرآن مجید کی کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں، لیکن ان میں سے ایک سو تیرہ سورتوں میں تو بسم اللہ شروع سورت میں موجود ہے، البتہ سورۂ براءت کے شروع میں بسم اللہ کا ذکر موجود نہیں، مگر سورۂ نمل کی ایک آیت ﴿اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ میں ذکرِ بسم اللہ سے ایک سو چودہ کا عدد پورا ہو گیا۔

سوائے فَقَدْ صَغَتْ کے ہر کلمہ میں بسم اللہ کا کوئی نہ کوئی حرف ضرور ہے

خلاصۃ القرآن میں ہے کہ قرآن مجید میں سوائے ﴿فَقَدْ صَغَتْ﴾ کے کوئی ایسا کلمہ نہیں ہے، جس میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کا کوئی حرف نہ ہو۔ [جلیس الناصحین، صفحہ ۱۰]

قرآن مجید میں لفظ اللہ، رحمٰن، رحیم، اسم کا شمار

قرآن مجید میں لفظِ "اللہ" چھبیس سو اٹھانوے (۲۶۹۸) بار، "رحمٰن" ستاون (۵۷) دفعہ،

"رحیم" ایک سو چودہ (۱۱۴) دفعہ اور لفظ "اسم" انیس (۱۹) دفعہ آیا ہے۔ یہ تعداد ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کے علاوہ ہے۔

مسلسل سات آیات میں اسم ذات اللہ کے ساتھ دو دو صفاتی نام

سورۂ حج کی آیت ۵۹ سے آیت ۶۵ تک مسلسل سات آیات میں اسم ذات "اللہ" کے ساتھ دو دو صفاتی نام مذکور ہیں:

﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ o﴾، ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ o﴾، ﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ o﴾، ﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ o﴾، ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ o﴾، ﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ o﴾ اور ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ o﴾---

نصف پارہ کی مسلسل تین سورتوں میں لفظ اللہ مذکور نہیں

سورۂ قمر، سورۂ رحمٰن اور سورۂ واقعہ، مسلسل تقریباً آدھے پارہ کی ان تین سورتوں میں لفظ "اللہ" کا کہیں ذکر نہیں۔

تین رکوع کی ایک سورت کی ہر آیت میں لفظ اللہ مذکور ہے

درج بالا کے برعکس سورۂ مجادلہ کی ہر ہر آیت میں لفظ "اللہ" کا ذکر موجود ہے۔

[تفسیر مدارک بحوالہ حواشی بیان القرآن]

فائدہ: سورۃ المجادلہ کی بائیس آیات ہیں اور ہر آیت میں خدا تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" مذکور ہے اور کل چالیس مرتبہ آیا ہے۔

قرآنی سورتوں کی چار اقسام

① **سبع طوال:** سات بڑی سورتیں، بقرہ سے انفال مع براءۃ، جن کی آیات دو سو یا اس سے زیادہ یا ایک سو سے کافی زیادہ ہیں۔

② **مئین:** جن کی آیتیں سو کے قریب ہیں، یونس سے قصص تک، ان میں اکثر سورتوں کی آیتیں ایک سو یا اس سے کم و بیش ہیں۔

③ **مثانی:** عنکبوت سے فتحنا تک، چوں کہ ان میں قصے مکرر ہیں، اسی لیے اس نام کے ساتھ موسوم ہوئیں۔ ان میں سے اکثر سورتوں کی آیتیں سو سے کافی کم ہیں۔

④ **مفصل یا محکم:** یعنی چھوٹی چھوٹی سورتیں، حجرات سے والناس تک، جن کے اندر

درمیان میں کثرت سے بسم اللہ آئی ہے۔

فائدہ: مفصل سورتوں کو محکم اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں کوئی سورت منسوخ نہیں، بلکہ سب غیر منسوخ ہیں۔

مفصل کی تین قسمیں

1. **طوال مفصّل:** الحجرات سے الانشقاق تک
2. **اوساط مفصّل:** البروج سے القدر تک
3. **قصارِ مفصّل:** البینہ سے الناس تک

ایک سورۃ میں "یٰایھا الذین آمنوا" سولہ جگہ

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا" کے الفاظ سب سے زیادہ یعنی کل سولہ مرتبہ المائدہ میں آئے ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کے کل رکوع بھی سولہ ہیں۔

ایک سو سے بھی زائد آیات والی ایک سورت میں جنت و جہنم کا کہیں ذکر نہیں

ایک سو گیارہ آیتوں والی سورۂ یوسف ایک ایسی سورت ہے، جس میں جنت اور جہنم کے الفاظ کا ذکر نہیں ہے۔

ایک سورت میں سولہ مرتبہ "اَمْ" کا لفظ

قرآن مجید کی سورۂ طور میں "اَمْ" کا لفظ سولہ مرتبہ آیا ہے، جو کسی بھی دوسری سورت میں اتنی بار نہیں آیا ہے۔

دو آیتوں میں الف سے لے کر یا تک انتیس کے انتیس حروف

قرآن مجید کی دو آیات ایسی ہیں، جن میں سب حروف تہجی (الف سے ی تک) جمع ہیں:

۱)......﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا............﴾[آل عمران:۱۵۴]

۲......﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ..........﴾[سورۃ الفتح:۲۹]

شین سے شروع ہونے والی چار آیتیں

امام کسائی سے سوال ہوا کہ قرآن میں کتنی آیات ایسی ہیں جن کے شروع میں شین آتا ہے؟ تو فرمایا، چار آیات:

1 ......﴿شَهْرُ رَمَضَانَ﴾--- 2 ......﴿شَهِدَ اللّٰهُ﴾---

③ ......﴿شَاکِرًا لِّاَنْعُمِہٖ﴾---　④ ......﴿شَرَعَ لَکُم مِّنَ الدِّیْنِ﴾---

اللہ کے دو لفظوں کے درمیان کی جانے والی دعا قبول

سورۃ انعام، آیت ۱۲۴ ﴿وَ اِذَا جَآءَ تْھُمْ .... الآیہ﴾ پڑھتے وقت ''اللہ'' کے دو لفظوں کے درمیان جو دعا بھی کی جائے، قبول ہوتی ہے۔[دعاء الجلالتین]

''رُسُلُ اللّٰہِ'' کے بعد یہ دعا کی جائے، پھر آگے ''اَللّٰہُ اَعْلَمُ'' پڑھا جائے:

اَللّٰھُمَّ مَنِ الَّذِیْ دَعَاکَ فَلَمْ تُجِبْہُ وَ مَنِ الَّذِیْ اسْتَجَارَکَ فَلَمْ تُجِرْہُ وَ مَنِ الَّذِیْ سَأَلَکَ فَلَمْ تُعْطِہٗ وَ مَنِ الَّذِی اسْتَعَانَ بِکَ فَلَمْ تُعِنْہُ وَ مَنِ الَّذِیْ تَوَکَّلَ عَلَیْکَ فَلَمْ تَکْفِہٖ، یَا غَوْثَاہُ! یَا غَوْثَاہُ! یَا غَوْثَاہُ! بِکَ نَسْتَغِیْثُ؟ اَغِثْنَا یَا مُغِیْثُ وَ اھْدِنَا ھِدَایَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَ اقْضِ حَوَائِجَنَا وَ اشْفِ مَرْضَانَا وَ اقْضِ دُیُوْنَنَا وَ اغْفِرْلَنَا وَ لِآبَائِنَا وَ لِاُمَّھَاتِنَا بِحَقِّ الْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ وَ الرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ---[ابواب الفرج، صفحہ ۱۲۶]

''اے اللہ! وہ کون ہے، جس نے تجھے پکارا ہو اور تو نے اس کو لبیک نہ فرمایا ہو؟ وہ کون ہے، جس نے تجھ سے پناہ مانگی ہو اور تو نے اس کو پناہ نہ دے دی ہو؟ وہ کون ہے، جس نے تجھ سے مدد مانگی ہو اور تم نے اس کی مدد نہ فرمائی ہو؟ وہ کون ہے جس نے تیری ذات پر بھروسہ کیا ہو اور تم اس کو کافی نہ ہو گئے ہو؟ (ایسا ایسا کوئی بھی تو نہیں ہے) اے فریاد رس! اے فریاد رس! اے فریاد رس! تجھ ہی سے فریاد چاہتا ہوں، اے فریاد رسی فرمانے والی ذات! ہماری فریاد رسی فرما اور اپنی طرف سے ہمیں خاص ہدایت عطا فرما، ہماری ضرورتوں کو پورا فرما دے، ہمارے بیماروں کو صحت دے دے، ہمارے قرضوں کو ادا فرما دے، ہمیں اور ہمارے باپوں کو اور ہماری ماؤں کو بطفیل قرآن معظم و رسول مکرم بخش دیجیے، اپنی رحمت کے صدقہ میں۔ اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑے اور زیادہ رحم فرمانے والے مولا!''---

آٹھ قسم کی آیات

① قرآن میں سب سے عظیم الشان آیت ''آیۃ الکرسی'' ہے۔

② قرآن میں سب سے زیادہ عدل و انصاف سکھانے والی آیت ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

وَ الْاِحْسَانِ ﴾[النحل:۹۰] والی آیت ہے۔

③ قرآن میں سب سے زیادہ خوف والی آیات ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ o وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ o﴾[الزلزال:۷،۸] والی دو آیتیں ہیں۔

④ قرآن میں سب سے زیادہ امید نجات دلانے والی آیت ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ...... الایۃ ﴾[الزمر:۵۱] اور بقول بعض ﴿وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ﴾[الضحیٰ:۵] ہے۔

⑤ قرآنِ مجید میں سب سے زیادہ حزن و غم پیدا کرنے والی آیتِ کریمہ ﴿مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ ﴾[النساء:۱۲۳] ہے۔

⑥ قرآن مجید میں دوزخیوں کے حق میں سب سے زیادہ سخت آیتِ کریمہ ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾[النباء:۳۰] ہے۔[ابن مردویہ وغیرہ از ابن مسعود]

⑦ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے قرآن میں محبوب ترین آیت ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾[النساء:۴۸،۱۱۶] ہے۔

⑧ اور میرے نزدیک قرآن میں افضل آیت ﴿وَ مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ﴾[الشوریٰ:۳۰] ہے۔[حاشیہ تبیان، صفحہ ۲۲۹]

دفع وسوسہ کی آیت

جب دل میں کسی وسوسہ کا احساس ہو تو یہ آیت پڑھو:

﴿ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o﴾---[الحدید:۳] [حاشیہ تبیان، صفحہ ۲۲۹]

صرف ایک آیت والا مکمل رکوع

قرآن مجید میں ایک مکمل رکوع ایسا ہے جو صرف ایک آیت پر مشتمل ہے اور وہ ہے "سورۃ المزمل" کا دوسرا (آخری) رکوع۔

سب سے زیادہ آیات والا رکوع

قرآن مجید میں سب سے زیادہ آیات پر مشتمل رکوع "سورۃ عبس" کا ہے، جس کی بیالیس (۴۲) آیتیں ہیں۔

شین پر ختم ہونے والی دو آیتیں

امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ کتنی آیات کے آخر میں شین ہے؟ تو جواب دیا، دو میں:

۱......﴿وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾---[القارعہ:۵]

۲......﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾---[قریش:۱]

چار قسم کی آیات

❶ **طویلہ:** جن کے کلمات دس سے زیادہ ہوں۔

❷ **متوسطہ:** جن کے کلمات تین سے دس تک ہوں۔

❸ **مختصرہ:** یہ دو کلموں کی آیات ہوتی ہیں۔

❹ **قصیرہ:** جو ایک کلمہ کی ہوں۔

بڑی سورتوں میں بڑی اور چھوٹی سورتوں میں چھوٹی آیات

ناظمہ میں ہے کہ بڑی سورتوں کی آیتیں عام طور پر طویل ہوتی ہیں اور چھوٹی سورتوں میں چھوٹی چھوٹی آیتیں ہوتی ہیں اور ان کی مناسبت سے ان میں ایک کلمہ والی آیات بھی ہوتی ہیں۔ جیسے: ﴿وَ الضُّحٰى﴾---

ایک کلمہ والی آیت

ایک کلمہ والی آیات زیادہ نہیں ہیں۔ صرف ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ اور اسی سورت میں ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ نیز پہلا ﴿اَلْحَآقَّةُ﴾ اور پہلا ﴿اَلْقَارِعَةُ﴾، یہ چار مواقع ہیں، جن میں ایک ایک کلمہ والی آیت ہے۔ نیز وہ قسمیں ہیں، جو سورتوں کے شروع میں ہیں اور ان کے مُقسَم بِہ اپنے مابعد والی آیات کے سروں کے مناسب ہیں۔ ان موقعوں میں بھی ہر جگہ ایک ہی کلمہ کی آیت ہے۔ جیسے: ﴿وَ الطُّوْرِ﴾، ﴿وَ الْفَجْرِ﴾، ﴿وَ الضُّحٰى﴾ وغیرہ۔ لیکن ﴿وَ التِّیْنِ﴾ اس سے مستثنیٰ ہے کہ یہ ایک کلمہ کی آیت نہیں ہے اور ﴿وَ النَّجْمِ﴾، ﴿وَ الْمُرْسَلٰتِ﴾ اور ﴿وَ النّٰزِعٰتِ﴾ وغیرہ چوں کہ اپنے مابعد والی آیات کے موافق نہیں ہیں، اس لیے یہ رؤسِ آیات بھی نہیں ہیں اور ان میں آیت ہونے کا شبہ بھی نہیں ہے۔

آیت کی دس قسمیں اور شمار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شمار میں کل آیات ۶۶۶۶ ر ہیں، جن کی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

تفصیل یہ ہے:

وعد:	ایک ہزار	وعید:	ایک ہزار
اوامر:	ایک ہزار	نواهی:	ایک ہزار
امثال:	ایک ہزار	قصص:	ایک ہزار
حلال:	دوسو پچاس	حرام:	دوسو پچاس
تسبیح:	ایک سو	نسخ:	چھیاسٹھ۔

دو حائیں بلا فاصلہ

ایک ''ح'' کے بعد دوسری ''ح'' بلا فاصلہ قرآن میں صرف دو مقام پر آئی ہے:

۱) ﴿عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى﴾---[البقرۃ:۲۳۵]

۲) ﴿لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى﴾---[سورۃ الکہف:۶۰]

[البرہان، جلد۱، صفحہ۲۵۵، بحوالہ فضائلِ حفظ القرآن، صفحہ۱۹۰]

دو غین بلا فاصلہ

قرآنِ مجید میں دو غین اکٹھے صرف ایک مقام پر آئے ہیں:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا﴾---[آلِ عمران:۸۵]

ایک لفظ میں دو کاف

دو کاف قرآنِ مجید میں اکٹھے ایک ہی کلمہ میں صرف دو جگہ آئے ہیں:

۱) ﴿مَنَاسِكَكُمْ﴾---[؟؟؟؟]

۲) ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾---[المدثر:۴۲]

ایک آیت میں تئیس (۲۳) کاف

''آیۃ الدَّیْن''، یعنی سورۃ البقرۃ، آیت نمبر۲۸۲ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ الخ﴾ میں ۲۳/کاف آئے ہیں۔

ایک آیت میں تینتیس (۳۳) مرتبہ میم

قرآنِ کریم میں ایک آیت ایسی ہے، جس میں ۳۳/مرتبہ میم آیا ہے اور وہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر۲۸۲ (آیۃُ المُدَاینَۃ) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ ... الخ﴾ ہے۔

ایک آیت میں سولہ (۱۶) مرتبہ میم

قرآن مجید میں سورۂ ہود کی آیت نمبر ۴۸ ﴿قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا...... الخ﴾ میں حرف میم سولہ مرتبہ آیا ہے، جو قرآن مجید کی کسی بھی دوسری آیت میں اتنی مرتبہ نہیں آیا۔

اکٹھی چار (۴) اور چھ (۶) میمات

قرآن مجید کی ایک سورت کی ایک آیت میں ایک ہی جگہ چار میم (اور تشدید سمیت چھ میم) اکٹھی آئی ہیں، جو کسی دوسری جگہ نہیں۔ سورۂ ہود، آیت نمبر ۴۸ میں ﴿اُمَمٍ مِّمَّنْ﴾۔

صرف تین (۳) آیتوں والی پوری سورت میں دس (۱۰) واؤ

سورۃ العصر کی تین آیات میں دس "واؤ" آئے ہیں۔

سات سات حروف سیدھے الٹے، برابر برابر

قرآن مجید میں دو جملے ایسے ہیں، جن میں سات سات حروف سیدھے الٹے، برابر ہیں۔ اُنھیں سیدھا پڑھا جائے یا الٹا پڑھا جائے، ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی:

۱) ﴿رَبَّکَ فَکَبِّرْ﴾---[المدثر:۳]

۲) ﴿کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ﴾---[یٰسین:۴۰]

قرآن کریم میں انبیاء کا ذکر

قرآن مجید میں حضور کا اسمِ مبارک "محمد" (ﷺ) چار مرتبہ اور "احمد" (ﷺ) ایک مرتبہ آیا ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ مکمل قرآن میں پچیس انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اسماء گرامی درج ذیل تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں:

حضرت آدم کا اسم گرامی پچیس (۲۵) بار، حضرت ادریس کا دو بار، حضرت نوح کا انچاس (۴۹) بار، حضرت ہود کا آٹھ (۸) بار، حضرت صالح کا نو (۹) بار، حضرت ابراہیم کا اکہتر (۷۱) بار، حضرت اسماعیل کا بارہ (۱۲) مرتبہ، حضرت اسحاق کا سترہ (۱۷) بار، حضرت یعقوب کا سولہ (۱۶) مرتبہ، حضرت یوسف کا ستائیس (۲۷) بار، حضرت لوط کا ستائیس (۲۷) بار، حضرت ایوب کا چار (۴) بار، حضرت شعیب کا گیارہ (۱۱) مرتبہ، حضرت موسیٰ کا ایک سو تینتیس (۱۳۳) بار، حضرت ہارون کا انیس (۱۹) بار، حضرت داؤد کا سولہ (۱۶) بار، حضرت سلیمان کا سترہ (۱۷) بار، حضرت یحییٰ کا سات (۷) بار، حضرت عیسیٰ کا چھتیس (۳۶) بار،

حضرت عزیر کا ایک (۱) بار، حضرت الیسع کا دو (۲) بار، حضرت ذوالکفل کا دو (۲) بار، حضرت یونس کا چھ (۶) بار، حضرت الیاس کا تین بار اور حضرت زکریا کا سات (۷) بار۔

(علیٰ نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات)

بعض الفاظ اپنے بالمقابل الفاظ کی تعداد کے برابر

قرآن کریم میں بعض الفاظ اپنے بالمقابل الفاظ کی تعداد کے برابر مذکور ہیں۔ مثلاً:

- لفظ ''حیات'' اپنے مشتقات سمیت ۱۴۵ مرتبہ آیا ہے، تو لفظ ''موت'' بھی اپنے مشتقات سمیت ۱۴۵ مرتبہ آیا ہے۔
- کلمۂ ''دنیا'' ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے تو کلمۂ ''آخرت'' بھی ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے۔
- ''ملائکہ'' کا لفظ ۸۸ مرتبہ آیا ہے تو ''شیاطین'' کا لفظ بھی ۸۸ مرتبہ آیا ہے۔
- مصیبتوں کا ذکر ۷۵ مرتبہ آیا ہے تو شکر کا بھی ۷۵ مرتبہ آیا ہے۔
- اگر ''زکوٰۃ'' کا لفظ ۳۲ مرتبہ آیا ہے تو ''برکات'' کا بھی ۳۲ مرتبہ آیا ہے۔

ف ''عقل'' اور اس کے مشتقات اور ''نور'' اور اس کے مشتقات کا قرآن مجید میں ۴۹ مرتبہ ذکر آیا ہے۔ [من اسرار القرآن، دکتور مصطفیٰ محمود]

''کَلَّا''، ''بَلٰی'' اور ''نَعَمْ'' کا عدد وقوع

قرآنِ مجید میں ''کَلَّا'' کا لفظ تینتیس (۳۳) مرتبہ، ''بَلٰی'' کا لفظ بائیس (۲۲) مرتبہ اور ''نَعَمْ'' کا چار (۴) مرتبہ آیا ہے۔

''الحمد للہ رب العلمین'' چھ (۶) مقامات پر

قرآن مجید میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' درج ذیل چھ (۶) مقامات پر آیا ہے:

۱)......الفاتحہ:۱
۲)......الانعام:۴۵
۳)......یونس:۱۰
۴)......الصافات:۱۸۲
۵)......الزمر:۷۵
۶)......الغافر:۶۵

لفظ ''امام'' سات جگہ پر

تمام قرآن میں درج ذیل سات مقامات پر ''اِمَام'' کا لفظ آیا ہے:

۱)......البقرۃ:۱۲۴
۲)......ھود:۱۷

۳)......الحجر:۷۹ ۴)......الاسراء:۷۱

۵)......الفرقان:۷۴ ۶)......یٰسٓ:۱۲

اور ۷)......الاحقاف:۱۲

"یَالَمُوْنَ" ایک جگہ اور "تَاْلَمُوْنَ" دو جگہ

قرآنِ مجید میں "یَعلَمُوْنَ" اور "تَعلَمُوْنَ" بہت جگہ آیا ہے، لیکن "یَاْلَمُوْنَ" صرف ایک مرتبہ اور "تَاْلَمُوْنَ" صرف دو مرتبہ آیا ہے۔ سورۃ النساء:۱۰۴ ر میں۔

"اِلَّا غُرُوْرًا" چار مرتبہ

حضرت مجاہد سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں "الا غرورا" کتنی بار آیا ہے؟ تو فرمایا، چار مرتبہ:

۱)......النساء:۱۲۰ ۲)......الاسراء:۶۴

۳)......الاحزاب:۱۲ ۴)......فاطر:۴۰

"یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ" صرف دو مرتبہ

قرآنِ مجید میں لفظ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ" تیرہ (۱۳) جگہ آیا ہے، لیکن "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ" صرف دو مرتبہ آیا ہے:

۱)......المائدہ:۴۱ اور ۲)......المائدہ:۶۷

"حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ" پانچ مرتبہ

امام کسائی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ "حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ" کتنی بار آیا ہے؟ تو فرمایا، پانچ مرتبہ:

۱،۲،۳)......سورۃ الانعام:۸۳،۱۲۸،۱۳۹ ۴)......الحجر:۲۵

۵)......النمل:۶ (لیکن یہ "حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ" زیروں سے ہے نہ کہ پیشوں سے)

نوٹ: زخرف:۸۴ اور الذاریات:۳۰ میں "اَلْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ" ہے۔

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ" تیرہ جگہ

آں حضرت ﷺ کو تیرہ (۱۳) جگہ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ" کہہ کر خطاب کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:

۱،۲،۳)......الانفال:۶۴،۶۵،۷۰ ۴)......التوبہ:۷۳

۵تا۹)......الاحزاب:۱،۲۸،۴۵،۵۰،۵۹ ۱۰)......الممتحنہ:۱۲

۱۱)......الطلاق:۱ ۱۲،۱۳)......التحریم:۱،۹

چار جگہ "قُلْ یٰٓاَیُّھَا"

پورے قرآن میں چار جگہ "قُلْ یٰٓاَیُّھَا" آیا ہے:

۱)......﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ﴾---[یونس:۱۰۴]

۲)......﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ﴾---[یونس:۱۰۸]

۳)...... ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ﴾---[الجمعہ:۶]

۴)...... ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْكٰفِرُوْنَ﴾---[الکفرون:۱]

"لَا تَکُ" صرف تین جگہ

قرآنِ مجید میں "لَا تَكُنْ" بہت جگہ آیا ہے، لیکن "لَا تَكُ" صرف تین مرتبہ آیا ہے:

۱،۲)......سورہ ہود:۱۰۹،۱۷ ۳)......النحل:۱۲۷

"مُشْرِقِیْنَ" صرف دو مرتبہ

قرآنِ مجید میں "مُشْرِكِیْنَ" کا لفظ بہت جگہ آیا ہے، لیکن "مُشْرِقِیْنَ" کا لفظ صرف دو مرتبہ آیا ہے:

۱)......الحجر:۷۳ ۲)......الشعراء:۶۰

"اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ" ایک ساتھ دو مرتبہ

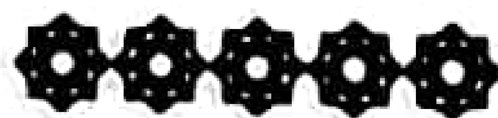
ایک آیت ایسی ہے، جس میں اصحب الجنۃ کا لفظ ایک ساتھ دو مرتبہ آیا ہے اور وہ سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۲۰:

﴿لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾---

دو جگہ "یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ"

"یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ" کا لفظ قرآنِ مجید میں درج ذیل دو جگہ پر آیا ہے:

۱)......الانفطار:۶ ۲)......الانشقاق:۶



کبھی خورشید ڈوبا ہی نہیں ان ﷺ کی شریعت کا

مقفل ہو نہیں سکتا کبھی در قصرِ رحمت کا
کھلا ہے حشر تک باب کرم شہرِ رسالت کا

ثنائے مرسلِ آخر ﷺ رقم کرتے نہیں تھکتی
مقدر کیا مقدر ہے مری کلکِ مودت کا

خدا نے خلعتِ انوار میں ملبوس فرمایا
سرِ اقدس پہ رکھا تاج امت کی شفاعت کا

رسولوں کے رسولِ محتشم ﷺ کا ایک شاعر ہوں
کوئی اندازہ ہوگا تاجروں کو میری قیمت کا

کتاب عشق کا پہلا ورق اُلٹا نہیں جاتا
کہ اس پر نام ہے لکھا ہوا سالارِ امت ﷺ کا

چرا لے نہ کوئی زنجیر شہرِ زر کی گلیوں میں
مجھے دھڑکا لگا رہتا ہے دیوانے کی دولت کا

کسی کی رہنمائی کی ضرورت اب نہیں باقی
فقط سکہ چلے گا حشر تک ان ﷺ کی قیادت کا

ندامت آگ بن کر جب بدن میں پھیل جاتی ہے
خنک سایہ اتر آتا ہے ان ﷺ کے دستِ شفقت کا

ابد کے منشیٔ رحمت کی پڑھ تحریر تو غافل!
سرِ تسلیم خم، روزِ ازل سے ہے عقیدت کا

پلٹ کر میں مدینے میں نہ آؤں تو کہاں جاؤں
نہیں طے مرحلہ ہوتا، مرے آقا ﷺ اذیت کا

حضور! اپنے تشخص کی علامت کیا مجھے ملتی
ابھی تک سامنا ہے آئنہ خانے میں حیرت کا

مری ہر شاخ پر صلِ علیٰ کے پھول کھلتے ہیں
مجھے اعزاز حاصل خلدِ طیبہ کی ہے نسبت کا

قلم روزِ ازل سے مفتخر ان ﷺ کی ثنا پر ہے
ہوا کب اور کہاں یہ مرتکب کفرانِ نعمت کا

یہ میری بدنصیبی، میں رہا ہوں حلقۂ شب میں
کبھی خورشید ڈوبا ہی نہیں ان ﷺ کی شریعت کا

مجھے ابلیس زادوں کی ہے سنگت جان سے پیاری
اندھیرا اس لیے ہے ہر طرف قعرِ مذلت کا

کرے ارض و سما کا ذرّہ ذرّہ بھی ثنا ان ﷺ کی
ازل سے یہ تقاضا ہے ریاضؔ، اس کی مشیت کا

ریاض حسین چودھری



اعجازِ قرآن بحیثیت عدد

محمد مدثر

قرآن پاک جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، وہ جو اس تمام کائنات کو بنانے اور چلانے والا ہے، وہ جو ہو چکا ہے اور جو کچھ بھی ہونے والا ہے، سب کچھ سے واقف ہے۔ قرآن پاک وہ واحد کتاب ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ اس بابرکت ہستی نے خود لیا ہے اور آج بھی اس ترقی یافتہ دور میں کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں ملے گی جو کہ تحریر، سیاق وسباق کے لحاظ سے قرآن مجید کے ہم پلہ ہو۔ کسی انسان نے کسی بھی علم پر کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی، جو کسی شخص کو زبانی یاد ہو۔ یہ بذات خود قرآن پاک کے کلام اللہ ہونے پر بہت بڑی دلیل ہے اور معجزہ ہے کہ آج دنیا میں لاکھوں ایسے انسان بستے ہیں جن کے دل ودماغ میں قرآن پاک موجود ہے، بغیر کسی تبدیلی کے یا بغیر کسی اضافے یا کمی بیشی کے۔ قرآن کریم ایک ایسا مکمل کلام ہے جو عقل انسانی کو بے شمار علوم کی طرف دعوت دیتا ہے، اس میں معاشرت کی تعلیم بھی ہے تو دوسری طرف اخلاقیات کا درس بھی،

سیاست بھی ہے تو سائنس بھی، دین بھی ہے تو دنیا بھی، تاریخ بھی ہے تو مستقبل بھی۔ قرآن مجید کو جس سمت سے بھی دیکھیں تو یہ عقل انسانی کو حیران کر دیتا ہے۔ اس کے معجزات ان گنت ہیں۔ ۱۴۰۰ سال پہلے قرآن پاک طوفان نوح کے بارے میں بالکل ٹھیک بیان فرماتا ہے اور آج سائنس اس کی باتوں کو تسلیم کرتی ہے۔ قرآن پاک ۱۴۰۰ سال پہلے کہتا ہے کہ ہم نے فرعون کو باعث عبرت بنا دیا اور ۱۴۰۰ سال بعد بحر احمر سے فرعون کی لاش نکالی جاتی ہے، جو آج بھی قاہرہ کے عجائب گھر میں دنیا والوں کے لیے عبرت کا نشان ہے۔ آج ہم اپنے اس مضمون میں قرآن میں موجود الفاظ میں حیرت انگیز تسلسل اور یگانگت پر روشنی ڈالنے کی ایک حقیری کوشش کریں گے، جو یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، ورنہ انسان حقیر میں اتنی بساط کہاں کہ وہ اس قدر ضخیم کتاب میں الفاظ کا اس قدر حیرت انگیز امتزاج رکھ سکے۔

پروفیسر عبدالرزاق نوفی اور کچھ دوسرے مسلمان سکالرز اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ معجزات اعداد قرآنی پر صرف کر چکے ہیں اور یہ سب کچھ جدید کمپیوٹر اور شماریاتی مشینوں کے بغیر ممکن نہ تھا اور مغربی دنیا بھی اس حقیقت کو جان چکی ہے اور اس کا اعتراف کر چکی ہے کہ یہ اعداد کا قرآنی معجزہ بالکل صحیح اور حقیقت ہے۔ اگرچہ یہ بہت ہی مشکل ہے کہ ہم تمام اعدادی معجزات قرآن یہاں بیان کر سکیں لیکن ہم پروفیسر عبدالرزاق نوفی صاحب کی کتاب میں سے ان معجزات کے کچھ حصے نقل کرتے ہیں۔

نیچے کچھ ایسے الفاظ جو ایک دوسرے متعلق ہیں، ان کی لسٹ دی جا رہی ہے، جو حیرت انگیز طور پر قرآن کریم میں ہم پلہ ہے:

لفظ و ترجمہ	متعلق لفظ و ترجمہ	قرآن میں ذکر کی تعداد
الدنیا (دنیا)	الآخرۃ (حیات بعد از موت)	115
ملائکہ (فرشتے)	شیاطین (شیطان)	88
حیات (زندگی)	موت (مرنا)	145
النفع (فائدہ)	الفساد (نقصان)	50
المصیبۃ (مصیبت)	الشکر (شکر)	75

مسلم (مسلمان)	جھاد (جہاد)	41
ذھب (سونا)	ترف (عیش وعشرت کی زندگی)	8
زکوۃ (زکوۃ)	برکۃ (برکت)	32
العقل (عقل)	النور (روشنی)	49
اللسان (زبان)	الموعظۃ (نصیحت)	25
الرغبۃ (خواہش)	الرھبان (خوف)	8
الناس (انسانیت)	رسل (انبیاء)	368
ابلیس (شیطان)	الاستعاذۃ (شیطان سے پناہ مانگنا)	11
جھر (علانیہ)	علانیۃ (علی الاعلان)	16
محمد	شریعت	4
الشدۃ (سختی)	الصبر (صبر)	102
رجل (مرد)	نساء (عورت)	24
المحبۃ (محبت)	الطاعۃ (فرمانبرداری)	83

لفظ وترجمہ	تعداد	متعلق لفظ وترجمہ	تعداد
الجزاء (انعام)	117	المغفرۃ (معافی)	177x2=234
البحر (سمندر)	32	البر (خشکی)	13
الشھر (مہینہ)	12	الیوم (دن)	365

جیسا کہ آج کا انسان جانتا ہے کہ سال میں ۱۲ر مہینے اور ۳۶۵ر دن ہوتے ہیں۔ قرآن پاک ۱۴۰۰ سال پہلے ہی ۳۶۵ دنوں کے بارے میں فرما چکا ہے۔

ایک اور حیرت انگیز معجزہ ہے الفاظ کی مطابقت کا قرآن میں، جیسے آج کی سائنسی تحقیق بھی تسلیم کرتی ہے، وہ ہے دو الفاظ ''البحر'' اور ''البر'' کا قرآن مجید میں ایک خاص ترتیب سے آنا۔

"البحر" کا مطلب ہے، سمندر اور یہ لفظ قرآن پاک میں ۳۲/ بار آیا ہے جب کہ "البر" کا مطلب ہے خشکی اور یہ ۱۳/ بار آیا ہے، ان دونوں کا کل مجموعہ ۴۵/ ہے اور اگر ہم اس مجموعے میں سے "البحر" کا فی صد حصہ معلوم کریں تو وہ 71.1111% بنتا ہے۔

32/45x100=71.111111% جب کہ "البر" کا کل فی صد حصہ 28.888888% بنتا ہے۔ 3/45x100=28.8888%

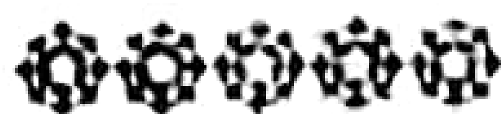
آج انسان اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی استعمال کر کے یہ پتا لگانے میں کامیاب ہوا ہے کہ زمین کے کل رقبے کا 71.1111% پانی پر اور 28.8888% خشکی پر مشتمل ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں حقیقت ۱۴۰۰ سال پہلے ہی بتا چکا ہے۔ بس یہ عقل والوں کو دعوت ہے کہ وہ غور و فکر کریں۔

قرآن پاک میں اس کے علاوہ بے شمار ایسے اعدادی معجزات ہیں، جن پر عقل حیران ہے۔

قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا اور عربی زبان میں لفظ "الدنیا" جس کا مطلب دنیا ہے میں ۶/ حروف ہیں اور ایک حیرت انگیز مماثلت ایک اور لفظ "الحیاۃ" جس کا مطلب زندگی ہے، اس میں بھی ۶ حروف ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے کہ اس نے یہ دنیا و کائنات ۶/ روز میں تعمیر کی:

"وہی (اللہ) ہے جس نے آسمان اور زمین ۶/ دن میں پیدا کیے، پھر عرش پر استویٰ فرمایا، جو اس کی شان کے لائق ہے" ---[الحدید]

کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق کے نام میں حروف کی تعداد اور اس کی تخلیق کے مرحلوں کی تعداد میں یکسانیت ہے۔ (یہاں یہ واضح ہو کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اور آج کی جدید سائنس یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ دنیا میں خالص ترین زبان عربی ہے) اسی طرح سے قرآن پاک کی پہلی سورہ "الفاتحہ" میں ۶/ آیات ہیں اور قرآن پاک کی آخری سورت "الناس" میں بھی ۶/ آیتیں ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن کی سچائی کا کیا ثبوت ہوگا کہ اس واحد ہستی کا کلام ہے جو واحد ہے، یکتا ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے شاعر کا دیوان ایسا نہ ہوگا جس میں پہلی اور آخری نظم یا غزل میں یکساں شعر ہوں۔ (واضح ہو کہ کفار قریش قرآن پاک کو رسول اکرم ﷺ کا شعری کلام کہتے تھے۔)



قرآن مجید اور صاحبِ قرآن

اسلام کا روڈ میپ (Road Map)

ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود

قرآن کریم ہر انسان کے لیے کتابِ زندگی (Life Manual) ہے۔ صراطِ مستقیم کی درخشندہ کتاب، حق و باطل کے معیار کا پیمانہ، تمام نبیوں کی تصدیق کرنے والی، ان کی تعلیمات کی تکمیل کرنے والی، ایک اللّٰہ کے نام پر سب کو اکٹھا کرنے والی، گرے ہوؤں کو اٹھانے والی، خاندانی نظام کو مضبوط کرنے والی، معاشرہ کے سکھ چین کا ساتھی اور انسانی حقوق کی ضمانت، انسانیت کی وحدت کی بنیاد، دنیا کی زندگی کو جنت بنانے والی اور آخرت میں جنت میں لے جانے والی، شک و شبہہ سے بالاتر، یہ وہ کتاب ہے، جس کا مضمون انسانوں کے لیے ہدایت اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی معرفت ہے۔

اگر سائنس کی مانتے ہو تو قرآن حکیم کا کیوں کر انکار کرو گے، جو سب سائنسوں کی سائنس ہے؟

❁ سائنس نے اب دریافت کیا کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں بلکہ اچانک بگ بینگ سے اس کا آغاز ہوا۔ قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتایا کہ ہر تخلیق اللّٰہ کے امرِ کن کا جواب ہے:

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۝﴾---[یٰسٓ:۸۲]

❁ سائنس دان ہبل نے ۱۹۲۴ء میں معلوم کیا کہ کائنات پھیل رہی ہے، قرآن کریم نے صدیوں پہلے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے اسے اپنے دست قدرت سے بنایا اور یہ پھیل رہی ہے:

﴿وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۝﴾---[الذاریات:۴۷]

❁ سائنسی تحقیقات کی معراج یہ ہوگی کہ کہیں اسے یہ پتا چل سکے کہ کائنات میں اپنی زمین کی طرح کا کوئی اور بھی زندہ جہان ہے، جب کہ قرآن مجید کی ابتداء ہی اس بات پر ہوتی ہے کہ تعریف اس اللہ کی جو سب جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝﴾---[الفاتحہ:۱]

یعنی ایک جہان نہیں بلکہ بے شمار ہیں جو ہر دم اپنی بقا کے لیے اسی کے سوالی ہیں:

﴿یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾---[الرحمٰن:۲۹]

نہ صرف یہ بلکہ آگے فرمایا:

﴿کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ۝﴾---[الرحمٰن:۲۹]

"کائنات کا نظام انتہائی مُستعد (Extremely Dynamic) ہے جو اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے"---

❁ آئن سٹائن نے ۱۹۰۴ء میں یہ بات معلوم کی کہ زمان و مکان میں ہر جگہ، ہر وقت ایک ہی قانونِ فطرت کام کرتا ہے، قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتا دیا کہ ربّ العالمین کے اصول اٹل ہیں:

﴿لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾---[یونس:۶۴]

❁ ۱۹۳۰ء میں کوانٹم مکینکس (Quantum Mechanics) کی بنیاد اس بات پر پڑی کہ روشنی کے فوٹوز چھلانگوں میں سفر کرتے ہیں، نئی چیزوں کا ظہور ارتقائی نہیں بلکہ فوراً وقوع پذیر ہوتا ہے، ایک حالت سے دوسری حالت میں تغیر بھی اچانک چھلانگ (Quantum Jump) سے ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے صدیوں پہلے بتایا کہ ہر تخلیقی امر ارتقائی نہیں بلکہ "کن" سے شروع ہوتا ہے:

﴿وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ کَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ۝﴾---[القمر:۵۰]

"ہمارا حکم امر واحدہ ہوتا ہے، جیسے آنکھ کا جھپکنا"---

اور مزید واضح کر دیا:

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾---[یٰسٓ:۸۲]

''بے شک اللہ تعالیٰ جب کوئی بھی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے''---

اور پھر فرمایا:

﴿وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾---[القمر:۳]

''ہر ایک مقرر شدہ پروگرام کے مطابق ہوتا ہے''---

سائنس اب غیبی مادے (Hidden Matter) کی تلاش کر رہی ہے، قرآن نے بہت پہلے:

﴿وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾---[النحل:۷۷]

''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کا غیب''---

فرما کر اس حقیقت کو واضح کیا۔

۞ سائنس حرارت کے دوسرے قانون (2nd Law of Thermodynamics) کی دریافت پر کہ ہر چیز وقت کے ساتھ ساتھ تباہی کی طرف جا رہی ہے، پر ناز کرتی ہے، قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتایا کہ:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ﴾---[الرحمٰن:۲۶،۲۷]

''یہاں ہر چیز کو فنا ہے، باقی رہنے والی حقیقت صرف آپ کے شان و شوکت والے رب کی ذات ہے''---

۞ سائنس نے دریافت کیا کہ کائنات میں ہر چیز کسی قانون کے مطابق چل رہی ہے اور ہر چیز ایک مقرر پروگرام کے مطابق ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے صدیوں پہلے بتایا:

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾---[الاحقاف:۳]

''ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اصول کے مطابق بنایا ہے اور ہر کام کا وقت مقرر ہے''---

۞ سائنس اب کہتی ہے کہ سورج کا ایندھن کسی وقت ختم ہو جائے گا اور وہ سکڑ جائے گا، قرآن مجید نے پہلے ہی فیصلہ دے دیا ہے کہ:

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾---[التکویر:۱،۲]

''(وہ دن آنے والا ہے) جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور بقیہ ستارے بھی اپنی روشنی کھو دیں گے''---

❁ سائنس بتاتی ہے کہ ابتدائے تخلیق میں جب کائنات ایک خاص حد سے چھوٹی تھی تو اس میں توازن نہیں تھا۔ توازن قائم کرنے کے لیے ایک خاص حجم (Critical Volume) ضروری ہے، قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے کائنات میں توازن اور اس کے پھیلاؤ میں تعلق کو ظاہر کر دیا، فرمایا:

﴿وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَo﴾---[الرحمٰن:۷]

''ہم نے آسمانوں کو رفعت بخشی اور توازن قائم کیا''---

❁ سائنس اب قیامت کے امکانات کو ماننے لگی ہے جب کہ قرآن کریم بار بار اپنی سیکڑوں آیات میں اس کے مختلف مناظر کی عکس بندی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ عنقریب ہے اور کسی بھی وقت آسکتی ہے۔

❁ سائنس نے بیسویں صدی میں دریافت کیا کہ کہکشائیں اور کائناتی دنیائیں اپنے اپنے مدار میں گھوم رہی ہیں، لیکن قرآن حکیم نے بہت پہلے بتا دیا تھا کہ آسمانوں کی تو فطرت ہی میں گھومنا ہے:

﴿وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِo﴾---[الطارق:۱۱]

''اور آسمان جن کی ذات یعنی فطرت میں گھومنا ہے''---

❁ سائنس اب کہتی ہے کہ ایک دن کائنات کا پھیلاؤ رک جائے گا اور یہ سکڑنے لگے گی اور پھر ایک دھماکہ سے دوبارہ پیدا ہوگی (Big implosion) قرآن کریم نے یہی بات صدیوں پہلے بتائی کہ:

﴿یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ ؕ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَo﴾---[الانبیاء:۱۰۴]

''ہم یقیناً کائنات کو لپیٹنے والے ہیں، جیسے ایک طومار (Scroll) کو لپیٹا جاتا ہے، ایسے ہی ہم نے پہلے تخلیق کی اور اب پھر سے ہم کرنے والے ہیں، یہ لازمی وعدہ ہے ہمارا''---

❁ کائنات کی رفعت اور لاانتہا کو دیکھتے ہوئے مشہور سائنس دان نیوٹن نے کہا تھا:

''میرا حال اس بچے کا سا ہے جو سمندر کے کنارے ریت کے گھروندے سے

کھیل رہا ہے، دریافتوں کے لیے گہرا سمندر میرے سامنے ہے"---

قرآن کریم نے صدیوں پہلے بتایا تھا کہ:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ﴾---[الکہف:۱۰۹]

"اگر سارے سمندر میرے رب کی باتوں کو لکھنے کے لیے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے لیکن میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی"---

❁ بیسویں صدی میں سائنس کی زمینی فضا کے متعلق یہ بڑی دریافت تھی کہ اس کے اوپر تہہ در تہہ ایک حفاظتی حصار (Protective Layer) ہے، جن میں اہم ترین ہوائی کرہ، مقناطیسی کرہ، اوزون کرہ ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو بیرونی دنیا سے آنے والی خطرناک شعائیں اور ذرات ہمیں بھون کر رکھ دیتے۔ قرآن مجید نے صدیوں پہلے بتایا کہ:

"ہم نے زمین پر ایک نہ نظر آنے والی چھت رکھی ہے"---[سورۃ البقرہ]

اور پھر فرمایا:

﴿وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا﴾---[النباء:۱۲]

"ہم نے تمہارے اوپر سات نہایت مضبوط رکاوٹیں بنائی ہیں"---

❁ انیسویں صدی میں سائنس نے پہاڑوں کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ زمین میں گڑے ہوئے ہیں، ان کی جڑیں ہیں جو ان کی بلندی سے زیادہ گہری ہیں۔ قرآن کریم نے اس سے بہت پہلے بتا دیا تھا کہ پہاڑ زمین میں کیلوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا:

"کیا ہم نے زمین کو مانند فرش اور پہاڑوں کو اس میں مانند کیل نہیں بنایا؟"---

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا o وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا o﴾---[النباء:۷،۶]

کائنات کی تخلیق کے بعد سائنس دیکھتی ہے کہ ایک لمبے عرصہ کے لیے یہ گیسز کے پلازما (Primordial gases) پر مشتمل تھی۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن کریم نے بتائی تھی، فرمایا:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ﴾---[حم سجدہ:۱۱]

"پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ابھی تک دخان مانند دھواں تھا"---

❁ سائنس کی انتہائی کامیابیوں میں خلائی سفر کی استطاعت حاصل کرنا ہے۔ قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے خوش خبری دی کہ ہاں تم زمین و آسمان کے کناروں (Horizons) سے نکل سکو گے، بشرطیکہ تم اس طاقت کا انتظام کر لو جو اس کام کے لیے چاہیے:

﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ o﴾---[الرحمٰن:۳۳]

اور پھر یہ بھی خبردار کر دیا کہ خلا خالی نہیں بلکہ یہ انتہائی خطرناک دھواں اور شعلہ کی آگ سے بھرا پڑا ہے، جس سے بچنا محال ہے:

﴿یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ o﴾---[الرحمٰن:۳۵]

سائنس نے اب جا کر معلوم کیا ہے کہ بیرونی فضاؤں میں ہمارے سورج جیسے اربوں ستارے ہر آن لا انتہا ریڈی ایشن (Radiation) کی بمبارمنٹ (Bombardment) اور انتہائی گرم گیسوں کی لہریں (Hot Solar Flares) پھینکتے رہتے ہیں، جن سے بچ کر نکل جانا بڑی مشکل بات ہے۔

❁ سائنس نے یہ دریافت کیا ہے کہ شروع میں ساری کائنات، ستارے، سیارے ہر چیز ایک مرکب تھی۔ قرآن کریم نے سائنس کی اس دریافت سے صدیوں پہلے بتایا تھا کہ:

﴿اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا ؕ﴾---[الانبیاء:۳۰]

”ان لوگوں نے جو قرآن کا انکار کرتے ہیں کیا یہ نہیں دیکھا کہ سب آسمان اور زمین بھی ایک مرکب رتق تھے اور پھر ہم نے انھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا“---

❁ بیالوجسٹ انیسویں صدی کے آخر میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر زندہ چیز حیوانات، نباتات کا آغاز پانی سے ہوا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا قرآن پاک اس سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہمیں بتا چکا تھا:

﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ o﴾---[الانبیاء:۳۰]

”ہم نے ہر ایک چیز کو جو زندہ ہے پانی سے بنایا، کیا تم پھر بھی ایمان نہیں لاؤ گے؟“---

❁ مشہور سائنس دان ڈیراق (Deraq) نے ۱۹۳۳ء میں دریافت کیا کہ کائنات میں مادہ منفی اور مثبت جوڑے ہیں اور اس دریافت پر نوبل انعام حاصل کیا۔ یہی بات ڈیراق سے چودہ سو سال پہلے قرآن پاک نے بتائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز جوڑوں میں پیدا کی ہے:

﴿وَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ o﴾---[الذاریات:۴۹]

”ہر ایک چیز میں ہم نے جوڑے بنائے، شاید تم غور کرو اور نصیحت حاصل کرو“---

اور پھر سورہ یٰسٓ میں فرمایا:

"تمہارے اپنے اندر اور نباتات میں اور وہ تمام چیزیں بھی جنھیں تم ابھی نہیں جانتے ہو، اللہ تعالیٰ نے جوڑوں (Pairs) میں بنائی ہیں"---[یٰسٓ]

❁ جدید سائنس کے بانی سائنس دان آئن سٹائن نے سب سے پہلے وقت کی نسبت (Relativity of Time) کا خیال پیش کیا، لیکن ان سے بہت پہلے قرآن کریم بتا چکا تھا کہ وقت کا انحصار شاہد (Observer) پر ہے، کسی کا دن ہمارے ہزار برس کے مطابق ہے اور کسی کا پچاس ہزار برس ہمارے ایک دن کے برابر اور کسی پر دن ہمیشگی کا بھی ہو سکتا ہے۔

❁ حرارت کا دوسرا قانون (2nd Law.of Termodynamics) سائنس کا بنیادی قانون ہے، جس کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ اگر روکا نہ جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ ہر توازن (Order) فساد (Disorder) میں خود بخود بدل جائے گا، یعنی ہر چیز مٹ جائے گی۔ قرآن کریم نے سائنس سے بہت پہلے دنیا کو بتا دیا:

﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍo﴾---[الرحمٰن:۲۶]

"ہر چیز بلا استثناء فنا ہونے والی ہے" (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ (مگر جو اللہ چاہے)---

❁ سائنس نے پچھلی صدی میں دریافت کیا کہ سمندروں کے اندر میٹھے اور کھارے پانی کے دریا، ٹھنڈے اور گرم پانی کی انہار ساتھ ساتھ بہتی ہیں، لیکن پھر بھی جدا جدا ہیں۔ قرآن کریم نے بہت پہلے بتایا:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِo بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِo﴾---[الرحمٰن:۱۹، ۲۰]

"اس نے رواں کیے ہیں دو دریا جو پاس پاس ملے ہوئے ہیں، لیکن ان کے درمیان ایک ایسا پردہ ہے کہ وہ آپس میں گڈمڈ نہیں ہو سکتے"---

سوچیے!

یہ تو چند مثالیں ہیں، ورنہ تو قرآن کریم کے ایک ایک صفحہ پر فطرت کے متعلق ایسی ایسی معلومات ہیں جو حیران کن ہیں۔ انسان کی کون سی ضرورت ہے، جس کا یہاں احسن ترین حل نہیں دیا گیا؟ انسانی سوچ، معاشرت اور تہذیب کو وہ بلندی دی کہ چند ہی سالوں میں عرب جن کا اقوام عالم میں کوئی مقام نہیں تھا، اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے دنیا کے امام بن گئے اور ایسی تہذیب قائم کی جس کا تاریخ میں جواب نہیں۔ حقوق اللہ، حقوق العباد، اخلاقیات اور اعلیٰ انسانی اقدار پر مبنی ایسا صالح معاشرہ تشکیل دیا جس کی کسی تہذیب میں مثال نہیں ملتی۔ آج دنیا میں جہاں کہیں خیر کا پہلو نظر

آتا ہے، اگر آپ انصاف کی آنکھ سے دیکھیں تو اس کا سرچشمہ قرآن کریم کو پائیں گے اور جدھر جدھر شر نظر آتا ہے وہ قرآن سے دوری کی وجہ سے معلوم ہوگا:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا﴾---[محمد:۲۴]

''یہ لوگ کیوں قرآن پاک میں غور و تدبر نہیں کرتے، کیا ان کی سوچوں کو تالے لگ چکے ہیں؟''---

یہ سوچنے کی بات ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے عرب جیسے پس ماندہ ملک میں ایسی شخصیت (ﷺ) جو کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتی، جس شہر میں وہ سکونت پذیر ہے، وہاں جہالت کے علاوہ اور کوئی بات نہیں، جب وہ چالیس برس کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ایسی ایسی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں جو آج بھی جدید ماہرین عمرانیات، معاشیات، تاریخ دانوں اور سائنس دانوں کے لیے حیران کن ہیں۔ جب لوگ ان سے پوچھتے تو وہ صادق الامین شخص (ﷺ) فرماتے:

''میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہوں، یہ تو میری طرف خالق کائنات کی طرف سے وحی ہوتا ہے، میں تو صرف پیغام بر ہوں''---

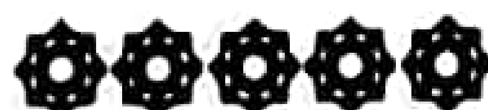
سائنس کی انتہا قرآن (صامت و ناطق) کی ابتدا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

لیکن قرآن پاک کا اصل موضوع انسان کی روح، حیات بعد الموت یعنی عالم ماورئی کے حقائق ہیں، جہاں طبعیات کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اگر ہم مابعد طبعیات حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں تو قرآن کی طرف آئیں۔ اگر طبعیات ہمیں جسم کے متعلق بتاتی ہے تو قرآن کریم ہمیں جسم اور روح دونوں کی زمان و مکان کی انتہاؤں میں ترقیاں حاصل کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔

یہی نجات کا راستہ ہے

میرے دوست! جس کسی نے بھی قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کا اتباع کیا، وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوا۔ جس نے بھی خلوص کے ساتھ سیدھے راستے کو تلاش کیا وہ کامیاب ہوا لیکن جو شیطان کے پیچھے چل پڑا وہ جنت سے ہٹ کر جہنم میں جا گرا۔



پھیلتی خوشبو

علامہ قاضی محمد سعید احمد نقشبندی

معلمِ کائنات، فخرِ بنی نوعِ آدم، سید الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے علم کی اہمیت وفضیلت کا ذکر نور کرتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا---

"خالقِ کائنات نے مجھے معلمِ کائنات بنا کر مبعوث فرمایا ہے"---

اللہ رب العزت نے کتابِ رشد وہدایت میں تخلیقِ انسانی کا ذکر فرمانے سے پہلے علم کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْآنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o﴾---[الرحمٰن:۱تا۳]

وحیِ ربانی کی ابتدا بھی علم سے ہوئی:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o﴾---[العلق:۱]

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت بھی علم ہی کو قرار دیا گیا:

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ---

اہلِ علم کو ہی قرآنِ حکیم کی زبان میں صاحبِ بصارت وبصیرت قرار دیا گیا:

﴿قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ﴾---[الانعام:۵۰]

اسی علم کی عظمت کے پیشِ نظر اللہ ربُّ العزت نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمانے کے باوجود تادمِ واپس علم میں اضافہ کی دعا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاo﴾---[طٰہٰ:۱۱۴]

''اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما''---

''اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ'' کے مکتبِ حسین میں ''رَبِّ زِدْنِیْ'' کا سبق پڑھنے والی ذاتِ گرامی، جسے ''وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ'' [النساء:۱۱۳] اور ''فَعُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ'' کا تاج پہنا کر مبعوث فرمایا گیا، ان ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ---[بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۷]

''خالقِ کائنات جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا چاہتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے''---

فقیہِ اعظم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ نے فرمایا:

فَقِیْہٌ وَاحِد اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلفِ عَابِدٍ---[ترمذی]

''ایک عالم (فقیہ) شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے''---

قرآنِ مجید میں اللہ ربُّ العزت نے ''حصر'' کے الفاظ کے ساتھ اہلِ علم کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾---[فاطر:۲۸]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے:

لَیْسَ الْعِلْمُ عَنْ کَثْرَۃِ الْحَدِیْثِ لٰکِنَّ الْعِلْمَ عَنْ کَثْرَۃِ الْخَشْیَۃِ---

''زیادہ باتیں بنانا علم نہیں، اللہ ربُّ العزت سے ڈرنا اصل علم ہے''---

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَّمْ یَخْشَ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیْسَ بِعَالِمٍ---

''جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں، وہ عالم نہیں''---

بابُ مدینۃِ العلم، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْفَقِیْہَ حَقَّ الْفَقِیْہِ مَنْ لَّمْ یُقْنِطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ وَ لَمْ یُرَخِّصْ لَھُمْ فِیْ مَعَاصِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ لَمْ یُؤْمِنْھُمْ عَذَابَ اللّٰہِ وَ لَمْ یَدَعِ الْقُرْآنَ رَغْبَۃً عَنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ---[قرطبی]

''صحیح معنوں میں فقیہ وہ عالم ہے، جو مخلوقِ خدا کو رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ کرے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر انھیں جرأت نہ دے اور خدا کے عذاب سے انھیں بے خوف بھی نہ کرے اور قرآنِ حکیم کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کر سکے''---

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بے علم نتواں خدا را شناخت

''علم کے بغیر اللہ ربُّ العزت کی پہچان ممکن نہیں''---

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَشِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ---

''حقیقت میں عالم صرف وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے''---

قرآنِ حکیم میں کائنات کی اہم ترین گواہی میں معصوم مخلوق فرشتوں کے ساتھ اہلِ علم کا ذکر فرما کر اہلِ علم کی عظمت کا ذکر فرمایا ہے، ارشادِ ربّانی ہے:

﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾---[آل عمران:۱۸]

''گواہی دی اللہ تعالیٰ نے اس بات کی کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (یہی گواہی دی) معصوم فرشتوں نے اور اہلِ علم نے''---

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ اَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَ عُمَرُ جِدَارُھَا وَ عُثْمَانُ سَقْفُھَا وَ عَلِیٌّ بَابُھَا---

''میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر صدیق اس کی اساس ہیں، عمر فاروق اس کی دیواریں ہیں، عثمانِ غنی اس کی چھت ہیں اور (مولائے کائنات) علی المرتضٰی اس کا دروازہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ)''---

محراب ومنبر کے وارث، فرشتہ سیرت علماء، علم نبوت کا وارث ہونے کی بنا پر یقیناً انسانیت پر رحمتِ خداوندی ہیں۔ صاحبِ علم بظاہر خالی ہاتھ ہی کیوں نہ ہو، اللہ رب العزت کی رحمتوں سے مالامال ہوتا ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾---[المجادلہ:۱۱]

''اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند فرماتا ہے''---

حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں:

قطرۂ آبِ وضوِ قنبرے
خوب تر از خونِ نابِ قیصرے

''باب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ایک غلام قنبر کے وضو کے مستعمل پانی کا ایک قطرہ، قیصر کے خون سے زیادہ عزت والا ہے''---

اللہ ربُّ العزت کے ہاں فضائل وکمالات کا معیار دنیا کی محبت میں راسخ ہو کر کمایا ہوا مال نہیں، بلکہ علم ہے۔ کیوں کہ علمِ نافع وہ صرف اپنے محبوبوں کو عطا فرماتا ہے۔

فقہ کے ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے مفسرِ قرآن حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری نے اپنی تفسیر ''احکام القرآن'' میں فرمایا:

''شکار کے لیے سکھایا ہوا کتا جو مالک کی بات سمجھتا ہو، وہ اگر مالک کے حکم کے مطابق شکار کرے تو اس کا کیا ہوا شکار حلال ہے اور وہ کتا جو مالک کی بات نہ سمجھ سکے، اگرچہ وہ کتنا ہی مہنگا اور خوب صورت کیوں نہ ہو، اس کا کیا ہوا شکار حال نہیں، تو جو اشرف المخلوقات ہو کر اپنے مالک کی پہچان حاصل کر لے اور اس پر عمل کرے، یقیناً خالقِ کائنات اسے تمام انسانوں پر فضیلت عطا فرما دیتا ہے''---

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور جس جگہ پر لوگ کتاب اللہ کی تلاوت، تفہیم و تعلیم کریں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہاں سکینہ نازل ہوتا ہے، انھیں رحمتِ الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیرے میں لے لیتے ہیں"---[صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۳۴۵]

خوش نصیب حافظ قرآن کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نہ صرف اسے بلکہ اس کے گھر کے ان افراد کی شفاعت کا اذن دے گا، جن پر جہنم واجب ہو چکی گی"---[ابن ماجہ، صفحہ ۱۹]

ارشادِ نور صلی اللہ علیہ وسلم ہوا:

"عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور تمام آسمانوں زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹیاں بھی اپنے بلوں میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے (عالم) کے لیے دعا کرتی ہیں"---
[ترمذی، صفحہ ۳۷۷]

ایک روایت میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتے اپنے نورانی پر بچھاتے ہیں، آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کے لیے دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں"---[ترمذی، صفحہ ۳۸۴]

حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک عالم دین کا دنیا سے اُٹھ جانا شیطان پر ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے"---[شعب الایمان، جلد۲، صفحہ ۶۷]

ہر اچھے کام اور نیکی کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ قرآن حکیم میں علم کی اہمیت و فضیلت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ مثلاً مجاہدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا

عَظِیْمًاo﴾---[النساء:۹۵]

''اللہ ربُّ العزت نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ فضیلت اور اجر کا وعدہ فرمایا''---

اور اہلِ علم اور اہلِ ایمان کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾---[المجادلہ:۱۱]

''اہلِ علم و ایمان کو کئی درجے فضیلت عطا فرمائی گئی''---

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے اگر کسی ایک آدمی کو ہدایت کا نور عطا فرمادے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں یعنی ساری دنیا سے بہتر ہے''---[ابوداود، جلد۲، صفحہ۱۵۹]

علم پڑھنا، پڑھانا اور اس کا اہتمام کرنا صدقہ جاریہ ہے، دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اس کا فائدہ ملتا رہتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی فضیلتوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد ربانی ہوا:

﴿اِخْتَرْنَاھُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَo﴾---[الدخان:۳۲]

''ہم نے علم کی وجہ سے ان نفوسِ قدسیہ کو تمام جہانوں پر ممتاز فرمایا''---

اہلِ علم کی پہچان قرآن حکیم میں یہ بیان فرمائی گئی:

﴿بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾---[العنکبوت:۴۹]

''بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا''---

اور حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ---

''جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے''---

علم اور تقویٰ ہی کی برکت تھی کہ معلم کائنات، محسنِ انسانیت ﷺ نے صرف چند آدمیوں کی قربانیوں سے دنیا بھر میں ایک ایسا انقلاب برپا کر دیا اور ایک ایسے پاکیزہ معاشرے کی تشکیل فرمائی کہ جانی دشمن آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، زندہ در گور کی جانے والی عورت کو یہ مقام نصیب ہوا:

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ---

فلاح وکامیابی اور جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے یعنی اس کی خوش نودی میں تلاش کرنے کا حکم دیا اور باپ کی ناراضگی کو رب کی ناراضگی قرار دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا نے بھی انقلاب کے لیے کوششیں کیں، پہلی جنگِ عظیم میں تقریباً ایک کروڑ ستر لاکھ جانیں ضائع ہوئیں، دوسری جنگِ عظیم میں کم وبیش پانچ کروڑ انسان مارے گئے، کتنی نسلیں اپاہج ہوئیں، مگر کیا نتیجے میں کوئی پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکا؟ ذرا تاریخ کے جھروکوں میں قدیم عرب کی تاریخ اور حالات کا مطالعہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی روش بدلنے اور انھیں سدھارنے کے لیے اس کے مقابلہ میں بظاہر بہت زیادہ نقصان کی توقع تھی مگر تاریخ شاہد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مدنی حیاتِ ظاہری میں جتنی جنگیں لڑیں، ان میں تقریباً ڈیڑھ سو انسانیت دشمن لوگوں کو واصلِ جہنم ہونا پڑا اور سارا زمانہ "خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ" کا مظہرِ اتم بن گیا۔

یہ علم دین اور خشیتِ الٰہی ہی کی برکتیں تھیں کہ جس نے ظلمات کی تاریکیوں سے انسانیت کو نکال کر ہم دوش ثریا کر دیا۔ ماضی قریب میں اہلِ علم کی قربانیوں اور برکتوں کو جاننے کے لیے 1857ء کی جنگِ آزادی کی تاریخ کا مطالعہ اور تاریخ تحریکِ پاکستان کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقاءِ کار، حضرت صدر الافاضل اور پیر جماعت علی شاہ اور ان کے رفقاءِ کار (رحمہم اللہ تعالیٰ) اہلِ علم ہی تھے، جو وقت کے یزیدوں سے ہر مقام پر ٹکر لے کر اسوۂ شبیری ادا کرتے رہے۔ کبھی امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ جیل سے اٹھایا جا رہا ہے، کبھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگائے جا رہے ہیں، کبھی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو پابندِ سلاسل کیا جا رہا ہے۔ ماضی کی تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ جب تک ہمارے حکمران اہلِ علم کی قدر ومنزلت کرتے رہے اور خود بھی شریعتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہو کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اولیائے کرام سے وابستہ رہے، اس وقت تک امتِ مسلمہ کی یہ زبوں حالی نہ تھی۔ کوئی بادشاہِ وقت فتاویٰ تاتارخانی جمع کرواتا نظر آتا، کوئی فتاویٰ عالم گیری، کوئی اپنے ہاتھوں سے ٹوپیاں بنا کر گزارا کرتا نظر آتا تو کوئی شان دار مسجدیں اور مدرسے بناتا نظر آتا ہے۔ یقین جانیے کہ معاشرے میں امن، انصاف، سکون اور معاشی ومعاشرتی ترقی، علم دین کو حاصل کرنے، اس کا انتظام کرنے اور محبتِ رسول ﷺ کی خوشبوئیں عام کرنے سے ممکن ہے۔



قرآن فہمی کی ضرورت

سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا صدارتی خطبہ، جو آپ نے 28ر دسمبر 1963ء کو جامعہ فریدیہ (ساہیوال) میں دورۃ القرآن کی افتتاحی تقریب میں ارشاد فرمایا---

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ الْفُرْقَانَ لِکُلِّ رَطْبٍ وَّ یَابِسٍ مُّبِیْن عَلٰی حَبِیْبِہٖ الْھَادِی الْمُعَلِّمِ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

جاننا چاہیے کہ انسان اپنے مالک وخالق رب العالمین کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے---ارشاد ہوا:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾---[الذاریات:۵۶]

اور عبادت بلا علم ممکن نہیں کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی بلا علم انجام نہیں دیا جا سکتا، تو عبادت جیسا عظیم الشان کام کیوں کر بلا علم کیا جا سکے--- جب ہم دیکھتے ہیں کہ کسی

چھوٹے افسر کی اردل میں بھی آداب متعلقہ کی واقفیت حاصل کیے بغیر جگہ نہیں مل سکتی، تو اس احکم الحاکمین کی بارگاہ عظمیٰ کی خصوصی حاضری (عبادت) کے لیے واقف ہونا کیوں ضروری نہ ہو، حالانکہ عام انسان دنیا میں علم سے عاری آتا ہے---

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا﴾---[النحل:۷۸]

''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے''---

لہٰذا پیدا ہوتے ہی انسان پر عبادت فرض نہیں کہ اسے علم نہیں، مگر چوں کہ پیدا ہی عبادت کے لیے ہوتا ہے، تو فیض ازلی سے اسے شکم مادر میں ہی اسباب و آلات علم (آنکھ، کان، دل و دماغ وغیرہ) سے نوازا جاتا ہے، جن سے پیدا ہوتے ہی استحصال علم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے--- پھر ہمارے پیارے مولا تبارک وتعالیٰ کا یہ اور خصوصی فضل و کرم ہے کہ شعور حاصل ہونے پر بھی فوراً عبادت فرض نہیں کر دیتا، بلکہ آداب ضروریہ کے علوم کی تکمیل کے لیے کئی سالوں کا طویل عرصہ عطا فرماتا ہے--- بچہ مرفوع القلم ہوتا ہے، کوئی عبادت اس پر فرض نہیں، مگر محض مہمل بھی نہیں چھوڑا جاتا، سرپرست والدین ہوں یا کوئی اور، اس کے ذمہ لازم ہے کہ بچے کو عبادت سے مانوس کرتا رہے، سچ بولنے کی تلقین کرے، کلمہ طیبہ پڑھائے، جھوٹ، چوری، شراب خوری وغیرہ عیوب سے بچائے، سات سال کا ہو جائے تو نماز کا حکم دے، پھر نہ پڑھے تو دس سالہ ہونے پر خوب سختی سے پڑھائے کہ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی بچپن سے ہی عادت پڑ جائے اور ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیم بھی ضروری ہے کہ بالغ ہونے پر عبادت فوراً فرض ہو جائے گی، علم ہوا تو فوراً تعمیل فرائض شروع کر دے گا--- ہاں! اگر کوئی ایسا ہو کہ بدقسمتی سے اسے کوئی ایسی سرپرستی میسر نہ ہوئی، تو بالغ ہونے پر دوسرے فرائض کی طرح علم دین کا حاصل کرنا بھی فرض ہوگا اور یونہی اگر پہلے غیر مسلم تھا، بڑا ہو کر مسلمان ہوا، تو مسلمان ہوتے ہی دینی علم

حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے، لہٰذا فرمایا گیا:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ---

''پالنے کے وقت سے قبر پہنچنے تک علم کے طالب رہو''---

دین تو دین، دنیا بھی علم کی محتاج ہے---بلا علم تو دنیاوی عارضی زندگی بھی حیوانیت کی پستی سے نہیں نکلتی، تو اُخروی زندگی جو اصلی اور ابدی زندگی ہے، اس میں بلا علم کیسے کامیابی حاصل ہو؟---

الغرض علم دین حاصل کرنا بڑا ضروری ہے، حالانکہ تمام علوم کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے، قرآن حکیم---

ہر ایک چیز چھوٹی ہو یا بڑی، خشک ہو یا تر، سیاہ ہو یا سفید، دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، انفرادی ہو یا اجتماعی، زمانہ ماضی سے ہو یا حال و استقبال سے، یا ہو ہی قبل از زمانہ کی، اس جہان کی ہو یا اُخروی جہان کی یا درمیان کی یا سب این و آں، چنین و چناں سے وراء الوراء ہو، ہر ایک شئی کا تفصیلی اور روشن بیان قرآن کریم میں ہے---یہ خود قرآن کریم کا دعویٰ ہے:

﴿وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾---[الانعام:۵۹]

''اور نہ کوئی تر اور نہ خشک، جو روشن کتاب میں لکھا نہ ہو''---

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَ تَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ﴾---[یونس:۳۷]

''اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے گھڑ لے، بغیر اللہ (کی وحی) کے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں جو لکھا ہے، سب کی تفصیل ہے''---

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ﴾---[یوسف:۱۱۱]

''اور ہر چیز کا مفصل بیان''---

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ﴾---[النحل:۸۹]

''اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے''---

(و غیر ذلک من الآیات)

اور یہی محبوب پیارے ﷺ کا ارشاد اور صحابہ کرام کا بیان ہے--- حضرت امیر المومنین مولائے مشکل کشا ؓ کی حدیث میں ہے:

کِتٰبُ اللّٰہِ فِیْہِ نَبَأُ مَا کَانَ قَبْلَکُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَ حُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ---[ترمذی، جلد۲، صفحہ۱۱۴، باب مَا جَاءَ فِیْ فَضْلِ الْقُرْآن]

''قرآن کریم میں سب ماضی و مستقبل کا بیان ہے اور تمہارے آپس کے سب معاملات کا فیصلہ ہے''---

اسی حدیث میں ہے:

وَ لَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ---

[ترمذی، جلد۲، صفحہ۱۱۴، بَابُ مَا جَاءَ فِیْ فَضْلِ الْقُرْآنِ]

''قرآن کریم کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے''---

اوقات و ادوار مختلفہ کے مختلف تقاضاؤں کے مطابق نئے نئے پیش آمدہ مسائل کے جوابات اور تازہ بہ تازہ مشکلات کے مستقل و مفصل حل، ہمیشہ قرآن کریم سے مستفاد ہوتے رہیں گے، جو عجائبات ہوں گے--- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَعَلَیْہِ بِالْقُرْآنِ فَاِنَّ فِیْہِ خَبَرَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ---[الاتقان للسیوطی، جلد۲، صفحہ۱۲۶]

''جو علم حاصل کرنا چاہے تو وہ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو، کیوں کہ اس میں اولین و آخرین کی سب خبریں ہیں''---

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

لَوْ ضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُهٗ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ---

[الاتقان للسیوطی، جلد۲، صفحہ۱۲۶]

''اگر میری ایک رسی اونٹ کی گم ہو جائے تو کتاب اللہ سے ضرور مجھے اس کا پتہ مل جاتا ہے''---

سبحان اللہ! صحابہ کرام ﷺ کی نظر میں ایک رسی جیسی معمولی سی چیز کے اتفاقیہ گم ہو جانے کا تفصیلی ذکر بھی قرآن کریم میں ہے---ائمہ دین اور مشائخ ملت بھی یہی سمجھتے آئے اور آج تک عام اسلامی دنیا بھی یہی سمجھتی رہی ہے کہ قرآن کریم میں ہر ایک چیز کا تفصیلی بیان ہے---

الحاصل انسان پر عبادت لازم اور عبادت کے لیے علم ضروری اور علم ہے قرآن پاک میں، تو قرآن پاک سے استفادۂ علم دین ہمارے اوپر لازم ہوا---اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کا علم کس طرح حاصل کیا جائے؟ یہ مسئلہ بڑا قابل غور ہے---

بعض کہنے والے کہہ رہے ہیں کہ صرف عربی زبان دانی ہی قرآن کریم سے استفادہ کے لیے کافی ہے، کسی اور تفسیر کی ضرورت نہیں اور بعض آزاد طبائع اس حد تک بڑھے کہ قرآنی علوم سمجھنے کے لیے حدیث پاک نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ ہمیں اختیار ہے کہ اپنی ضرورت وقتی کے لحاظ سے جو معنی بھی عربی لغات کے لحاظ سے تجویز کر لیں، وہی قرآنی حکم ہے، کہ اسلام ایک لچک دار مذہب ہے---ہاں اس میں ذرا اتنی احتیاط کر لی جائے کہ ایک کمیٹی عربی دانوں کی مقرر کر لی جائے، گو علمائے دین نہ ہوں، مگر ضروریات وقت اور دنیاوی قوانین کے ماہر ہوں، وہ کسی آیت کا جو معنی بھی متعین کر لیں، وہی واجب العمل ہے---معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

یہ قرآن کریم کی کھلی توہین ہے کہ قرآن پاک کو اپنی آراء و ہوائے نفسانی کے تابع بنایا جائے، حالانکہ یہ لوگ دین تو دین، دنیا کی کسی ایک چیز کی تفصیل بھی قرآن کریم سے ثابت نہیں کر سکتے اور جب کسی ایک شئی کی تفصیل بھی نہیں بتا سکتے، تو قرآن کریم کا وہ دعویٰ ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ان لوگوں کے ایسے غلط مزعومہ کی بناء پر کیوں کر درست ہوگا؟---ہمیں تو خود قرآن کریم ہی بتا رہا ہے کہ اس کی تشریح و توضیح ہم اپنے پیارے محبوب اکرم ﷺ سے

حاصل کریں--- کئی آیات میں یہ حکم آیا ہے، چنانچہ سورۃ الجمعہ کی آیت ہے:

﴿ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O وَّ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ--- [الجمعۃ:۲،۳]

''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے''---

آیت پاک صاف صاف بتا رہی ہے کہ پیارے محبوب اعظم ﷺ قرآن کریم کی آیات کو صرف تلاوت فرما کر ہی نہیں سناتے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ فرماتے ہوئے کتاب اللہ کا علم بھی بتاتے ہیں اور محبوب کے اس فیضان سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے---

تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ وہ صحابہ کرام جو عربی النسل اور عربی زبان کے پورے ماہر اور رموز شناس تھے، ان کو محبوب اکرم ﷺ کی ضرورت تھی کہ توضیح و تشریح قرآن کریم حضور ﷺ سے حاصل کریں اور حضور ﷺ کی تعلیم کے بغیر انہیں قرآن حکیم کا علم حاصل نہ ہوا، پھر یہ آیت یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ صرف صحابہ ہی تشریح حضور ﷺ کے محتاج نہیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک کے تمام مسلمان بھی حضور ﷺ کے محتاج ہیں، اگرچہ ضروریات زمانہ کے ماہر اور دنیاوی قوانین کی موشگافیوں سے پوری طرح واقف ہوں، سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور ﷺ کی ہی تعلیم و ہدایت کے محتاج ہیں--- سب اسی سرکار دوسرا ﷺ کے گدا ہیں--- قرآن کریم کا مفسر اول خود صاحب القرآن اللہ رب العزت جل مجدہ العظیم ہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اَلرَّحْمٰنُ O عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾--- [الرحمٰن:۱،۲]

''رحمان نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا''---

اور فرمایا:

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ﴾---[القیامۃ:۱۹]

''پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے''---

اور مفسر ثانی جو مخلوقات میں علی الاطلاق مفسر اول ہی ہیں، جو اول الموجودات، سید الاولین والآخرین، محبوب خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ، استاذ الکل اور خاتم الانبیاء والرسل ہیں، بعد ازاں وہ مفسر ہیں، جو اس استاذ الکل اور کل الانبیاء والرسل کے سچے اور حقیقی وارث ہیں، جن کے متعلق خود قرآن حکیم ہی فرماتا ہے:

﴿وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾---[العنکبوت:۴۳]

''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے ،مگر علم والے''---

کیسی صاف تصریح ہے کہ علمائے کرام کے سوا دوسرے لوگ امثال قرآنیہ کو سمجھ نہیں سکتے---حقیقی علماء کرام جو اپنے علم پر صحیح معنی میں عمل بھی کرتے ہیں، آج وہی بفضلہ تعالیٰ قرآن دان ہیں اور ان کے ماسوا گو کتنے ہی بڑے ماہر قانون و تقاضائے وقت ہوں، قرآن دانی کے متعلق ان کا دعویٰ مبنی بر حقیقت نہیں---خود قرآن حکیم ہی فرماتا ہے:

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ﴾---[الاعراف:۱۴۶]

''اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں''---

رئیس المفسرین سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

اُنْزِعَ عَنْھُمْ فَھْمُ الْقُرْآنِ---

''ان سے قرآن سمجھنے کا مادہ چھین لیا جاتا ہے''---

آج موجودہ تشتت وافتراق اور انتشار و نفاق اور مشکلات ہائلہ و مصائب غائلہ کا سبب یہی حقیقی علماء سے روگردانی ہے اور ایسے لوگوں کا دعوائے قرآن دانی ہے، جو نماز تک سے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ

روگرداں ہیں--- بہرحال حضرت رب العالمین جل مجدہ نے قرآن کریم کی تفسیر وتشریح اپنے محبوب اکرم ﷺ کو بیان فرمادی اور حضور پُرنور ﷺ نے اپنی حکمت وصواب دید کے مطابق جتنا امت کو بتانا ضرری تھا، وہ بیان فرمادیا، جیسے ارشاد ہوتا ہے:

﴿لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾---[النحل:۴۴]

''تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اترا''---

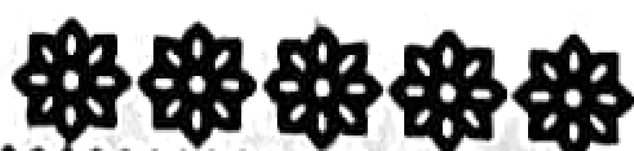
پھر علماء کرام، جن کے اولین صحابہ کرام ﷺ ہیں، ان حضرات نے تابعین کو حسب حکم و ضرورت بیان فرمایا اور یونہی یہ سلسلہ تعلیم وتدریس آج تک چلا آرہا ہے--- یہ ہے قرآن کریم کی تفسیر وتشریح حاصل کرنے کا طریقہ، اور ایک بڑا اہم اور طریقہ بھی ہے اور وہ بھی سلسلہ وار ہی ہے، اور وہ ہے علم تصوف وریاضت، جو حضرات ظاہری علم حاصل کرنے کے بعد ایک خاص درجہ تک ممتاز ہوئے تو ان کو بطور الہام بواسطہ محبوب اکرم ﷺ رموز و مطالب قرآن کریم سے خصوصی طور پر آگاہ فرمادیا جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں اس علم کو علم لدنی کہا جاتا ہے--- بہرحال سب کچھ اسی مفسر اول کی طرف سے ہی ہے، جیسے سن چکے:

﴿وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ......الآیۃ﴾---[الجمعۃ:۳]

''اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے''---

الغرض قرآن کریم کا علم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اور یہ حاصل ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ سے، جس کا موجودہ دور میں عوام کے لیے حقیقی علماء کرام بہترین وسیلہ ہیں---

و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و علٰی آلہ و صحبہ و بارک و سلم



نور اللّٰہ شمعِ نور تھے اور ان کے حسن کا
دارالعلوم حنفیہ اک پرتوِ جمال

قرآنی انقلاب اور زندگی کا انضباط

سید محمد متین ہاشمی

جو لوگ حیات و کائنات کے اسرار پر غور کرنے والے ہیں، کم از کم ان پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ یہ کائنات کسی اتفاقی حادثے کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس میں غیر معمولی نظم و ضبط پایا جاتا ہے، ایسا نظم و ضبط کہ اس میں معمولی سا خلل نہ کبھی ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے بارہا اس کائنات اور آفاق و انفس پر غور کرنے کا حکم دیا ہے کیوں کہ خالق کے وجود پر ان سے بڑھ کر کوئی شہادت نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ھُوَ حَسِیْرٌ ۝﴾ ---[الملک: ۱ تا ۴]

''وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں سب حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل والا ہے، وہ غالب ہے اور بخشنے والا ہے۔ وہ یہی ہے جس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے، تم رحمان کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھو گے، تم پھر نگاہ دوڑاؤ، کیا تمہیں کوئی شگاف

نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ کرو، تمہاری نگاہ ناکام تمہاری طرف لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی"---

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی سلسلے میں کہا ہے:

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست در معرفت کردگار

البتہ نظر ہوشیار کا ہونا شرط ہے، اگر نظر ہوشیار نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ قرآن کریم کی نگاہ میں نظر ہوشیار وہ نہیں جو اشیاء کے حقائق کا پتا چلا لے یا ان کی تسخیر کر کے اپنے مادی مفادات کی تکمیل کر لے۔ قرآن تو اس نظر کو نظر ہوشیار مانتا ہے، جو مصنوع کو دیکھ کر صانع کی، مخلوق کو دیکھ کر خالق کی اور موجود کو دیکھ کر واجب الوجود کی معرفت حاصل کر لے۔ قرآن کا یہ انوکھا طرز استدلال ہے کہ وہ اشیاء کا مشاہدہ کروا کر ان سے خالق اشیاء کی ذات اور اس کی بے پایاں قدرت پر دلیل قائم کرتا ہے:

﴿اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّ اَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾---[الاعراف:۱۸۵]

"اور کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی سلطنت کو نہیں دیکھا اور دوسری چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ ﷻ نے پیدا کی ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی ہو، پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے؟"---

سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا:

﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾---[البقرۃ:۱۶۴]

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جہازوں میں، جو دریا میں لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتے ہیں اور اس پانی میں جسے اللہ تعالیٰ ﷻ نے آسمان سے نازل کیا ہے، پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں، جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کا تابع ہے، البتہ عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں"---

قرآن کریم کا اسلوب نہایت پر اثر اور نہایت سادہ ہے، وہ محسوسات سے مغیبات کو پہچاننے کی

دعوت دیتا ہے، وہ بارہا اس بات پر غور کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اس کائنات میں تمہیں کہیں بھی بدنظمی وانتشار نظر آرہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ملکوت السموات و الارض میں ایسا نظم وضبط ہے کہ تم ساری عمر غور وفکر اور تحقیق وتشخیص کرتے رہ جاؤ گے اور اس وادی میں جتنا بھی آگے بڑھتے جاؤ گے، سوائے حیرت کے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تو کائنات کا یہ انضباط کیا اس بات کی دلالت نہیں کرتا کہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑے خالق وباری کا دست قدرت مصروف عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ﷻ فرماتا ہے، کہ اب ایک قدم اور آگے بڑھاؤ اور ذرا اپنے وجود پر غور کرو۔ سورۃ الذاریات میں ارشاد ہے:

﴿وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾---[الذاریات:۲۰،۲۱]

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفسوں میں بھی ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے؟''---

یعنی یہ کہ اگر تم اپنے وجود پر غور کرو تو تمہیں محسوس ہوگا کہ جس طرح کائنات میں نظم وضبط پایا جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ﷻ نے تمہارے مادی وجود میں اعلیٰ درجے کا انضباط رکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر انسان میں بالقوۃ انضباط موجود ہے، ورنہ وہ اس کائنات میں ایک نہیں ہوسکتا تھا۔ اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ اس بالقوۃ انضباط کو قوت سے فعل میں لے آئے اور اس سے وہ مقاصد حاصل کرے، جن کے حصول کی خاطر اللہ تعالیٰ ﷻ نے اسے پیدا کیا تھا۔

تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی یہی کوشش رہی کہ انسان انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بے راہ روی سے بچے اور اس میں نظم وضبط پیدا ہو۔ انسان اپنے رب سے تعلقات استوار کرے، ابنائے نوع اور معاشرے کے لیے مفید بنے اور انسانی تمدن ارتقائی منازل طے کرے۔ اسی فرض کی ادائیگی کی خاطر انبیاء کرام علیہم السلام نے سخت سے سخت مصائب جھیلے، آلام وآفات کے طوفانوں کا مقابلہ کیا مگر ایک لمحے کے لیے بھی اپنے فرض سے غافل نہ ہوئے۔ چوں کہ حضور ﷺ قافلۂ نبوت کو مکمل کرنے والے ہیں، اس لیے آپ ﷺ ان تمام صفات کمالیہ کے جامع ہیں، جن کے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام حامل تھے۔ آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تعلیمات کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ فرمایا، دلوں کے دروازوں پر دستک دی اور جھنجوڑ جھنجوڑ کر خواب غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو جگایا۔ اللہ ﷻ کے وہ بندے جو صدیوں سے اپنے مالک کے آستانے سے دور تھے، انہیں آپ ﷺ دوبارہ اللہ ﷻ کے دربار میں لے آئے، عبد ومعبود کے رشتے میں استحکام پیدا ہوا اور اللہ ﷻ کے بندوں کو یقین کی وہ دولت نصیب ہوئی، جس کی قوت کے سامنے نہ پہاڑوں کی چوٹیاں ٹھہر سکتی

ہیں، نہ سمندر کی پہنائیاں۔

پے در پے اسلامی افواج نے جب رومیوں کے لشکروں کو شکست دی تو روم کے بادشاہ نے یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ مسلمانوں کی اس حیرت انگیز کامیابی کی وجہ کیا ہے، ایک جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا، جس نے کافی دنوں تک مسلمان بن کر مسلمانوں کے لشکر میں قیام کیا اور نہایت دقت نظری سے مسلمان سپاہیوں کے اعمال و حرکات کا جائزہ لیتا رہا، واپس جا کر اس نے جو رپورٹ بادشاہ کے پاس پیش کی، اس سے بخوبی پتا چل گیا کہ مسلمانوں کی فتح کی کیا وجہ تھی؟ اس نے بادشاہ سے عرض کی:

لَھُمْ بِاللَّیْلِ رُھْبَانٌ وَ بِالنَّھَارِ فُرْسَانٌ---

"(بادشاہ سلامت!) مسلمان سپاہی رات کے وقت اس طرح عبادت کرنے میں مصروف ہوتے ہیں، جیسے کہ وہ کوئی راہب و زاہد ہوں اور جب دن ہوتا ہے تو ان کا ہر فرد شہ سوار ہوتا ہے"---

روما کے بادشاہ نے کہا:

"بس کرو، حقیقت معلوم ہوگئی، ہم کبھی بھی ایسی قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ انہوں نے اپنے مالک الملک سے اطاعت و محبت کا رشتہ استوار کر رکھا ہے اور یاد رکھو کہ جو سپاہی اللہ تعالیٰ ﷻ سے اپنا رشتہ درست کر کے میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے، اس کی تلوار کی کاٹ تقدیر کا فیصلہ ہوا کرتی ہے"---

قبل از اسلام عربوں میں جرأت بھی ہوتی تھی اور جواں مردی بھی، ان میں بہت سی اچھی خصوصیات بھی پائی جاتی تھیں، صرف کمی یہ تھی کہ ان کی زندگی میں انضباط نہیں تھا، اس لیے ان کی جرأت، قتل، ڈاکہ زنی، غارت گری اور بدکاریوں میں صرف ہوتی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنے فیض صحبت سے قرآن کریم کی تعلیمات کے ذریعہ ان کی صفات کو نظم و ضبط کا پابند بنا دیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے اللہ ﷻ سے ان کے تعلق کو صحیح کیا اور شرک اور ہر قسم کی آلائشوں سے ان کے قلوب و اذہان کو پاک کیا۔ وہی عرب جو صدیوں سے بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھے، خدائے واحد و لم یزل ﷻ کے ایسے پرستار بن گئے کہ انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے جھوٹے معبودوں کو پاش پاش کر دیا۔ لڑنا بھڑنا اور بات بات پر قتل کر ڈالنا ان کا شیوہ تھا، لیکن جب قرآن کریم ان کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تو عالم یہ ہو گیا کہ بیٹا باپ کے قاتل کو سینے سے لگانے لگا اور اپنی پرانی عداوت کو یک سر بھول گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کے حوالے سے مسلمانوں پر اپنے اس عظیم احسان کا تذکرہ فرمایا ہے:

﴿وَ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَّ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾---[آل عمران:۱۰۳]

”اور اللہ ﷻ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب کہ تم آپس میں دشمن تھے، پھر اللہ ﷻ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر تم کو اس نے نجات دی، اسی طرح اللہ ﷻ تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ“---

قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو احترامِ آدمیت کا سبق سکھایا ہے، جس کے سبب وحشی بھیڑیے انسانی گلے کے نگہبان بن گئے۔ارشاد ہوا:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا﴾---[المائدہ:۳۲]

”جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے میں یا فساد پھیلانے کے جرم سے سوا کسی اور وجہ سے ناحق قتل کیا تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی، اس نے گویا سارے انسانوں کو زندگی بخشی“---

انسانیت کے درمیان رنگ و نسل، ذات پات، امارت و غربت اور شرافت و دیانت کی جو دیواریں کھڑی تھیں، جنہوں نے انسانوں کو مختلف طبقات اور ذاتوں میں تقسیم کر رکھا تھا، قرآن کریم نے ان تمام دیواروں کو ڈھا دیا اور فضل و بزرگی کا معیار صرف تقویٰ قرار دیا۔ارشاد ہوا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾---[الحجرات:۱۳]

”اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا (یعنی تم سب کے باپ اور ماں آدم و حوا ہیں) اور تمہارے درمیان محض ایک دوسرے کو شناخت کرنے کے لیے شاخیں اور قبیلے بنائے (یہ قبیلے معیارِ شرافت نہیں ہیں) بلکہ اللہ ﷻ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے“---

اس تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایک حبشی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر سے اعلان کیا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ مَاتَ سَیِّدُنَا---

”لوگو! آج ہمارے سردار کا انتقال ہو گیا“---

اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غلط نہیں کہا، بلال اگر چہ ایک حبشی غلام تھا، لیکن اس کو کیا کیجیے کہ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہانِ عشق کا سردار بنا دیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اس کی جوتیوں کی آہٹ جنت میں سنی تھی۔

قرآنی انقلاب کے زیر اثر جاہل بدوؤں میں وہ نظم وضبط اور وہ ڈسپلن پیدا ہو گیا تھا کہ بکریوں کے چرانے والے ساری دنیا کے امام وقائد بن گئے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی، جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

پنج وقتہ نماز باجماعت، جمعہ اور عیدین کے اجتماعات، رمضان المبارک کے روزے، حج کے موقع پر مسلمانان عالم کا اجتماع، جہاد میں اطاعت امیر، مصائب وآلام کے ہجوم میں صبر، ذاتی کردار میں بے نفسی وایثار، مسلمانوں کی خیر خواہی، انفاق فی سبیل اللہ، تواضع وانکسار، مہمان نوازی، غرباء پروری اور خوف خدا، ان سب کا مقصود یہی ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی انضباط اور انصرام کا بہترین مظہر بن جائے، تو یقین کیجیے کہ چند مہینوں میں زندگی میں وہی انضباط پیدا ہو سکتا ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا۔ آج لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن کریم بھی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بھی، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری زندگی میں انضباط نہیں اور ہمارے معاشرے کا ہر فرد جدھر جی چاہتا ہے، منہ اٹھائے چلا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے:

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی، آثار ونشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن، اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا
جب سر میں ہوائے طاعت تھی، سرسبز شجر امید کا تھا
جب صرصرِ عصیاں چلنے لگی، اس شجر نے پھلنا چھوڑ دیا

اگر کوئی مریض کسی ماہر طبیب سے نسخہ لکھوا کر لائے اور اسے مخمل کے غلاف میں لپیٹ کر رکھ دے، صبح وشام اسے آنکھوں سے لگائے اور ادب سے چومے جائے، لیکن اس نسخے میں لکھی ہوئی دواؤں کو استعمال نہ کرے تو کیا وہ شفا پا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ شفا تو اسی وقت ملے گی، جب نسخے کی دواؤں کو معالج کی بتلائی ہوئی ترکیبوں کے مطابق استعمال کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہ کی جائے اور معالج پر اعتماد کیا جائے۔ ہمارا معاملہ ہے کہ ہم قرآن کا ادب تو ضرور کرتے ہیں، اسے مخملی جزدانوں میں لپیٹ کر تو ضرور رکھتے ہیں، لیکن اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے نزدیک تو قرآن کریم کا بقول علامہ اقبال ایک ہی مصرف رہ گیا ہے:

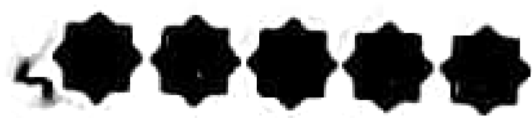
از یٰسینِ او آساں بمیری

کہ موت کے وقت جب دم اٹک گیا ہو تو جلدی جلدی سورہ یٰسٓ پڑھتے ہیں کہ موت جلد واقع ہو جائے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ کتاب جو قوموں اور ملتوں کو حیات بخشنے آئی تھی اور جس کا پیغام حیات تازہ کا پیغام تھا، آج جلد موت لانے کے لیے استعمال ہو رہی ہے اور اس پر طعنہ یہ ہے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے مسلمان قوم زبوں حال اور زوال پذیر ہے۔

قرآن تفکر و تدبر کی دعوت دیتا ہے اور اس کا انقلابی پیغام، عمل اور صرف عمل کا پیغام ہے، اسی قرآن کریم میں جہاں 'اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا' کا جملہ استعمال ہوا ہے، اس کے ساتھ ساتھ 'عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ' بھی آیا ہے۔ اس لیے کہ ایمان بغیر عمل کے، دعویٰ بغیر دلیل، بصر بغیر بصارت اور جسم بغیر روح کے مثل ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم کے عملی پروگرام کو ہر اعتبار سے نافذ کر دیا جائے اور اس کے بہتر نتائج نہ ہوں۔ اس لیے کہ فطرت کا اصول ہے کہ جب بھی سورج نکلے گا تو روشنی ظاہر ہو کر رہے گی۔ قرآن کریم کے بارے میں بھی اللہ ﷻ کا وعدہ ہے کہ اس پر عمل کے بعد دنیا و آخرت کی فلاح حاصل ہو کر رہے گی:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾---[الرعد:۳۱]

"بے شک اللہ تعالیٰ ﷻ وعدہ خلافی نہیں کرتا"---



وفیات

گزشتہ دنوں:

اہل سنت کے ممتاز عالم دین، مصنف، مدرس، خطیب اور مناظر شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد منظور احمد فیضی، احمد پور شرقیہ---

جگر گوشۂ غزالئ زماں حضرت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کے جواں سال صاحبزادے---

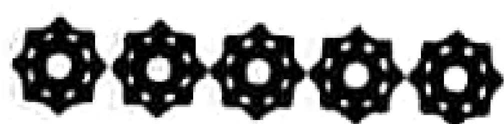
مولانا خوشی محمد نوری، غازی روڈ لاہور کے بڑے صاحبزادے حاجی محمد انور نوری---اور

مہر حاجی محمد رمضان، حجرہ شاہ مقیم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین



مقام علم
پہلی وحی ربانی کی روشنی میں

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

رسول اعظم و آخر ﷺ کے منصب رسالت کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ آپ ﷺ نبی العلم بھی ہیں اور انسانیت کے معلم اکبر بھی، چناں چہ اپنی بعثت کا ایک اہم مقصد آپ ﷺ نے خود بیان فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا---

"مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"---

دراصل عظمت نبوی کا ایک اہم راز بھی یہی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ سید ولد آدم یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد کے آقا و سردار ہیں، اس لیے آدم کی حقیقی عظمت کا بھی آپ ﷺ میں پایا جانا ضروری تھا اور یہ ہم سب از روئے قرآن کریم اور تاریخ میں قصہ تخلیق آدم کے حوالے سے بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ حضرت ابوالبشر علیہ السلام کو مسجود ملائک ٹھہرانے کے لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انہیں علم سے نوازا تھا۔ گویا ملائکہ اپنے رب کا حکم بجالاتے ہوئے آدم کو جو سجدہ کر رہے تھے تو اس میں

حکمت کا راز یہی علم تھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ بھی تھا کہ اولادِ آدم کا امتیاز و شرف بھی یہی علم ہی ہوگا اور اسی کے طفیل انسانی تہذیب کو ترقی نصیب ہوگی، اس لیے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے، اسی راز کی طرف اشارہ ہے اور اسی حقیقت کو بے نقاب کرنا مقصود ہے کہ جو بات عظمت آدم کا سبب ہے، اسی کو عام کرنا اور انسانیت کو اس کے زیور سے آراستہ کرنا منصب رسالت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کا طرۂ امتیاز بھی ہے اور اسی لیے علام الغیوب جل شانہٗ نے اپنے حبیب پاک ﷺ پر اپنے جس احسان عظیم اور فضل عمیم کو اپنی کتاب زندہ قرآن حکیم میں بیان وعیاں کرنا ضروری سمجھا ہے، وہ بھی یہی فضل علم ہے۔ ارشاد ربانی ہوا:

﴿وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾---

"اے حبیب مصطفیٰ و محبوب مجتبیٰ! آپ کو آپ کے رب نے وہ کچھ سکھلا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر فضل عظیم ہے"---

یوں جو بات عظمت آدم کا حقیقی راز تھا، اسی کا حقیقی وارث و علم بردار اسی ہستی کو ہی بنایا گیا، جو اس عظمت کی حق دار و سزاوار تھی۔ معلم انسانیت کا تاجِ عظمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر سجا دیا گیا اور تحدیث نعمت کے طور پر آپ ﷺ نے اس کا اظہار و اعلان بھی فرما دیا۔

کوئی مانے یا نہ مانے، مگر جانتے سب ہیں کہ علم اور تعلیم علم کی تاریخ میں علم الاوّلین والآخرین کی جو کرن یعنی نزولِ وحی قرآن، غارحراء سے شروع ہوئی اور تکمیل و اتمام اسی حراء کے دامن میں میدانِ عرفات میں ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے" کے اعلان ربانی سے ہوا، یہی مرحلہ اور یہی لمحہ دراصل علم کے آغاز اور اس کی تکمیل کا مرحلہ و لمحہ بھی ہے۔ بات قدرے مبہم و مجمل ہی رہے گی اگر ہم اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان نہ کریں۔

غارحراء سے جب وحی قرآنی کی اوّلین کرن پھوٹی تھی، اس وقت اور اس وقت سے پہلے کی دنیا پر آپ نظر ڈالیں گے تو چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آئے گی اور آپ کچھ بھی نہیں دیکھ پائیں گے۔ یونان کے فلاسفہ علم و فکر کو خواص تک محدود رکھتے نظر آئیں گے، ہر کہ و مہ اور ہر خاص و عام کو اس علم و فکر کی دنیا میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں تھی، فارس کے آتش کدوں کے مذہبی پیشوا بھی علم پر صرف اپنا اور خواصِ مملکت کا حق تصور کرتے تھے۔ ہمارے اس برعظیم پاک و ہند کی حالت علم و فکر تو دنیا بھر سے زیادہ مخدوش بلکہ ناگفتہ بہ تھی، پوتھی (کتاب) صرف برہمن کا ورثہ تھا، باقی معاشرتی طبقات

کو پوتھی کو ہاتھ لگانے کے تکلف کی کوئی ضرورت نہ تھی، بلکہ چوتھے طبقے شودروں کے لیے تو علم ممنوع اور حرام تھا، پوتھی کو پڑھنا، دیکھنا یا چھونا تو رہا ایک طرف، وہ تو برہمن کو پوتھی پڑھتے ہوئے سن بھی نہیں سکتا تھا۔ چناں چہ اگر برہمن بلند آواز سے اپنی پوتھی پڑھ رہا ہوتا اور گلی سے گزرتے ہوئے کسی بدنصیب شودر کے کان میں برہمن کی آواز بھی پڑ جاتی تو شودر کے کانوں میں سیسہ بھر کر اسے ہمیشہ کے لیے سننے کی قوت وصلاحیت سے محروم کرنا ضروری تھا۔

تو یہ عالم تھا علم کا، جب غار حراء سے وحی ربانی کی اوّلین کرن پھوٹی تھی اور پہلا لفظ ہی علم سیکھنے اور پڑھنے کے حکم پر مشتمل تھا۔ ﴿اقرأ﴾ یعنی پڑھو! اولین وحی ربانی سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل تھی، جن کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"پڑھو، اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے، وہ جس نے قلم سے علم سکھلایا، آدمی کو سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا"---

مسلمانوں کا مقدس دینی صحیفہ اور ضابطۂ حیات ان پانچ آیات بینات سے شروع ہوتا ہے، جن کا پہلا لفظ ﴿اقـرأ﴾ "پڑھو" امر کا صیغہ ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس کتاب کا نقطۂ آغاز ہی پڑھنے پڑھانے کا امر ربانی ہے، اس پر ایمان لانے والوں، پڑھنے، پڑھانے والوں اور عمل کرنے کرانے والوں کے ہاں علم کا کیا مرتبہ ومقام ہوگا۔ عرب کے لوگ اُجڈ، جاہل اور غیر مہذب تھے، مگر اس کتاب عظیم، جسے اقبال "کتابِ زندہ قرآنِ حکیم" کہتا ہے، نے علم وفن کی دنیا جگمگا دی اور دنیائے انسانیت میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا جو سراسر روشنی، سراپا علم وحکمت اور سر بسر حق وصداقت کا نقیب تھا۔ اَن پڑھ اور اُجڈ لوگ اسی کتاب زندہ وعظیم کی بدولت علوم ومعارف کے مالک بن گئے:

از کتابے صاحب دفتر شدند

اس پر اقبال کا ایمان افروز اور روح پرور تبصرہ ہے۔ امام سیوطی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں بجا طور پر صراحت کی ہے کہ اسلام میں جتنے علوم وجود میں آئے، جو معارف مسلمانوں نے دریافت کیے اور قدیم اقوام کے علوم اور معارف کو جس طرح محفوظ کیا ہے، یہ سب کچھ اسی کتاب زندہ قرآن حکیم کے طفیل تھا۔ یونان کا فکر وفلسفہ اگر آج محفوظ ہے تو ان عربی تراجم کے سبب جو مسلمانوں کی تصانیف میں محفوظ ومنضبط ہو گئے۔ اگر یونانی علماء اور فلاسفہ کی تصانیف کے یہ عربی تراجم نہ ہوتے تو ان کا نام ونشان بھی نہ ہوتا۔ اسی طرح فارس کے مغلوں، حکیموں اور

مفکروں نے جو کچھ کہا اور لکھا تھا، اس کا تمام ذخیرہ اور ریکارڈ بھی صرف عربوں کی تصانیف میں محفوظ و موجود ہے، قدیم ہند کے افکار، علوم اور آداب کے محافظ بھی وہی عرب مسلمان تھے، جنھیں ان کے نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا:

اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ اَخَذَھَا حَیْثُمَا وَجَدَھَا---

"حکمت و دانائی تو مومن کی گم شدہ میراث ہے، یہ اسے جہاں بھی ملے گی اس نے لے لینا ہے"---

یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ:

خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا کَدَرَ---

"جو صاف اور پاکیزہ چیز میسر آئے لے لو اور جو صاف نہ ہو، گدلی ہو یا پاکیزہ نہ ہو، اسے چھوڑ دو"---

اور یہ بھی تو نبی العلم ﷺ ہی کا ارشاد ہے:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّیْنِ---

"علم کی جستجو کرتے رہو خواہ اس کے لیے تمہیں چین ہی جانا پڑے"---

ایسے ہی بے شمار ارشادات نبوی اور احکامات ربانی نے اہل ایمان کو علم کا دیوانہ بنا دیا اور وہ مشرق و مغرب میں ﴿سیروا فی الارض﴾ "زمین میں چلو پھرو" کے قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق دیوانہ وار پھرتے رہے اور علوم و معارف کو جمع کیا اور آنے والی انسانیت کے لیے ایک محفوظ ورثہ چھوڑ گئے۔

ان آیات پنج گانہ میں علوم و معارف کی ایک دنیا پوشیدہ ہے، جس سے آگاہی نہ صرف یہ کہ زبردست فیض و افادیت کی حامل ہے بلکہ اس سے علم و اہل علم کا وہ مرتبہ و مقام بھی متعین ہوتا ہے جو انسانیت کے معلم اعظم و آخر نبی امی ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں انسانیت کو میسر آیا ہے۔ اختصار و اشارات سے کام لیتے ہوئے اوّلین وحی ربانی کی ان آیات پنج گانہ میں پنہاں علوم و معارف کو یوں بیان کر سکتے ہیں:

۱ فرضیت علم

۲ اللہ جل شانہ کی صفت خالقیت کا اعتراف

۳ آدم کی تخلیق اور نسل آدم کا تسلسل

۴ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف

۵ علم، تعلیم اور معلم کی عظمت و احترام

۶ قلم و قرطاس کے مرتبہ و مقام کا اعلان

۷ انسانیت کا زیور صرف اور صرف علم و تعلیم علم ہے۔

یہاں ''اقرأ'' صیغۂ امر ہے، جو ان آیات پنج گانہ میں دوبار آیا ہے۔ اصولِ فقہ کی رو سے امر کا صیغہ فرضیت اور وجوب کا مقتضی ہوتا ہے، چوں کہ یہاں پر یہ صیغۂ امر دو مرتبہ آیا ہے اس لیے اہل علم کے نزدیک یہ تکرار یا تو تاکید کے لیے ہے اور یا پہلے صیغے میں رسول اکرم ﷺ کو خطاب ہے، جب کہ دوسرا صیغۂ امر آپ کے توسط سے امت کے لیے ہے، اس صورت میں بھی تاکید ثابت ہوتی ہے۔ تاہم امر کا صیغہ کبھی استحباب کے لیے بھی آتا ہے، مگر یہ بات سیاق و سباق پر موقوف ہوتی ہے یا کتاب اللہ کے معانی کا تعین سنت نبوی سے ہوتا ہے۔ ''اقرأ'' چوں کہ مکرر آیا ہے، جس سے تاکید ثابت ہوتی ہے، اس لیے یہ صیغۂ امر وجوب ثابت کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ---

''حصول علم ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے''---

یہ حدیث نبوی ﷺ ''اقرأ'' کے معنی کو واضح طور پر متعین کر دیتی ہے اور علم کی فرضیت کتاب و سنت سے ثابت ہو جاتی ہے۔ گویا حصول علم ہر مسلمان مرد و عورت پر اسی طرح فرض ہے جس طرح دیگر فرائض اسلام ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہیں۔ فرض کا تارک گنہ گار ہوتا ہے اور موجب سزا بھی، لہٰذا اسلام میں تعلیم کا لازمی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ فرائض اسلام کی ادائیگی میں اپنی رعایا کو سہولت مہیا کرنا اسلامی ریاست کے ذمہ ہے۔ مثلاً نماز پنج گانہ کی ادائیگی کے لیے مساجد کی تعمیر اور دیگر سہولیات بغیر کسی اجرت یا ٹیکس کے مہیا کرنا حکومت کا کام ہے، اسی طرح تعلیم کے لیے انتظام کرنا بھی اسلامی حکومت کے ذمہ ہے اور اس کے لیے کوئی اُجرت یا فیس نہیں لی جا سکتی، لہٰذا اسلام میں تعلیم کے لازم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا مفت ہونا بھی ضروری ہے۔ یوں گویا اسلامی ریاست میں تعلیم کا لازمی اور مفت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے، جو انسان کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی میں لاتا ہے، جس طرح پانی اور ہوا، اللہ تعالیٰ کی انمول نعمت ہے، اسی طرح سورج کی روشنی یا چاند کی چاندنی پر بھی کوئی ٹیکس نہیں ہے، علم بھی چوں کہ نور اور روشنی ہے، اس لیے یہ بھی ہر فردِ معاشرہ کے لیے پانی، ہوا اور

روشنی کی طرح مہیا کیا جانا ضروری ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس امت کی کتاب زندہ کی پہلی وحی اقرأ کے حکم سے شروع ہوتی ہے اور علم کتاب وسنت سے فرض عین ثابت ہوتا ہے، وہ جاہل، اَن پڑھ اور علم اور سائنس کے میدان میں دنیا سے پیچھے کیوں کر رہ جاتی ہے؟ دراصل مسلمان غفلت اور کوتاہی کے مرتکب ہیں اور ایک ایسے فرض سے اعراض کیے ہوئے ہیں جو آدم اور سید اولادِ آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا طرۂ امتیاز ہے۔ امت مسلمہ کو انفرادی، اجتماعی اور حکومتی سطح پر اس غفلت وکوتاہی کے ارتکاب سے تائب ہونا ہوگا اور فرضیت علم کا احساس کرتے ہوئے علم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اقوام عالم کی قیادت کرنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے:

﴿اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ﴾---

''وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان سے سرفراز کیا گیا''---

میں علم کو، جو ایمان سے پہلے ذکر فرمایا ہے تو اس میں بھی یہی بتانا مقصود ہے کہ ایمان سے پہلے اگر علم نہ ہو یا مومن کو ایمان کی قوت کے ساتھ علم کی دولت میسر نہ ہو، تو اس کا ایمان بھی ناقص ہے۔

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾---

''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خشیت اللہ یعنی اللہ کی صحیح پہچان اور خوف رکھنے والے تو صرف اہل علم ہی ہیں''---

سے بھی علم کی فرضیت کا اشارہ ملتا ہے۔ ہمارے اسلاف اہل علم اس حقیقت سے آگاہ تھے، اسی لیے تو حضرت شیخ سعدی شیرازی فرما گئے ہیں:

پے علم چو شمع باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت!

''علم کی خاطر موم کی طرح پگھلتے ہوئے محنت ومشقت کی ضرورت ہے، کیوں کہ علم کے بغیر تو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان بھی ممکن نہیں ہے''---

اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی معرفت و اعتراف

ان آیات پنج گانہ میں جو علوم ومعارف کے سمندر پنہاں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان ''اقرأ'' کے حکم ربانی پر عمل کر کے اپنے خالق جل جلالہ کی معرفت واعتراف کے قابل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو بحیثیت خالق، رازق اور مالک ماننا اور ایمان لانا اس اوّلین وحی ربانی کا بھی تقاضا ہے،

اسی لیے تو شاعرِ مشرق حضرت علامہ محمد اقبال فرما گئے ہیں:

اپنے خالق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اگر پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

اللہ تعالیٰ کی معرفت ایک وسیع سمندر ہے، جس میں ہمارے صوفیۂ کرام اور اہلِ تصوف ہمیشہ سے سرگرداں ہیں مگر لا احصی ثنائک ''میں تیری حمد وثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا'' سے اپنے عجز کا اعتراف کرتے چلے آتے ہیں، اس لیے یہ موضوع بے حد وسعتوں کا حامل ہے اور اختصار و اجمال سے کام نہیں چل سکتا، اس لیے اس پر اکتفا کرتے ہوئے بقیہ موضوعات کی طرف آتے ہیں۔

تخلیق آدم نظام کائنات کا ایک شاہکار واقعہ ہے، ہماری سائنس نے بھی اپنے ذرائع سے بحث و تحقیق کے بعد یہ فیصلہ دے رکھا ہے کہ انسان کی تخلیق پر اللہ جل شانہ کو بجا طور پر ناز ہے، کیوں کہ آج تک کائنات کی کسی ایسی مخلوق کا سراغ نہیں مل سکا جو احسن تقویم کے ربانی سانچے میں ڈھلنے والی اس اشرف المخلوقات کی ہم پلہ بھی ہو سکے، چہ جائے کہ اس سے بہتر اور افضل مخلوق کا پایا جانا ممکن ہو۔ گویا حضرت انسان رب کائنات کے دست اعجاز کا کمال ہے۔ مگر ان آیات پنج گانہ میں تخلیق آدم کو ایک مفہوم اور طے شدہ حقیقت کے طور پر محض اشارے پر اکتفا کرتے ہوئے یہاں نسل انسانی کے تسلسل کا ذکر ہے کہ ابن آدم کو خالق کل ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا فرماتا ہے، مگر یہ پھٹک آگے چل کر دل و دماغ اور عقل و دانش کے مالک فرد بشر کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں پر اتنا سا احساس و شعور ہی دلانا مقصود تھا، تخلیق ربانی کے اس کرشمے کے متعلق باقی تفاصیل کتاب زندہ کا موضوع ہیں اور اس کے وجود، زندگی اور عملی کردار کے مختلف پہلو قرآن میں ذکر کیے گئے ہیں۔

ان مختصر مختصر پانچ آیات کریمہ میں چوتھی حقیقت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ عظمت و کبریائی صرف اور صرف اللہ جل شانہ کو زیب دیتی ہے، اسی کی ذات اکرم و اعلیٰ اور اکبر و اعظم ہے، اس کے اعتراف اور اس پر پختہ ایمان، اولین وحی ربانی پر ایمان لانے والے اہل حق کا شیوۂ امتیازی ہے، جو اس کی عظمت و کبریائی کا اعتراف نہیں کرتے، وہ قادر مطلق کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے، البتہ خود انسانیت کی تاریخ میں مرقع عبرت بن جاتے ہیں۔ وہ فرعون ہوں، نمرود ہوں یا شداد ہوں، مگر اللہ قادر مطلق کی قدرت کاملہ کے سامنے مچھر سے بھی حقیر تر اور ذرۂ خاک سے بھی زیادہ بے بس ہو کر مرتے ہیں۔

پانچویں حقیقت نورِ علم کی عظمت واحترام کا شعور دلاتا ہے اور یہ ذہن نشین کراتا ہے کہ جب علم کی عظمت واحترام کا یہ عالم ہے تو یہ علم دنیا یعنی تعلیم علم اور یہ علم دینے والا یعنی معلم بھی اسی عظمت و احترام اور اہمیت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ علم تو بلاشبہ اللہ جل شانہ کا نور بھی ہے اور قدرت کی طرح ایک لازمی صفت ربانی بھی ہے کہ وہ خالق کل وقادر مطلق قدیر بھی ہے اور علیم بھی، قدرت ہر شے پر اور علم بھی ہر شے کا، لیکن اسی ذات بے ہمتا نے آدم کو علم سکھایا اور یوں آدم کا معلم بن کر، خاک کے اس پتلے کو شرف بخشا، پھر اپنے نبی اعظم و آخر ﷺ کو بھی انسانیت کا معلم اعظم و آخر ہونے کا شرف عطا کیا، یوں گویا علم کو عام کرنا بیک وقت صفت ربانی بھی ہے اور سنت نبوی بھی۔
اور اہل ایمان کو حکم یہ ہے کہ وہ:

تخلقوا باخلاق اللّٰہ---

"اللہ تعالیٰ کے ربانی اوصاف اپناؤ"---

ارشاد نبوی ہے اور محبوب برحق ﷺ کی سنت اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے دیا ہے۔ اس سے جہاں پیشہ تعلیم کا تقدس واحترام عیاں ہوتا ہے، وہاں معلم کا مرتبہ ومقام بھی واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ علم کی روشنی کو عام کرنا تا کہ خلق خدا کو بھٹکنے سے محفوظ کیا جا سکے اور معرفت حق کے ساتھ ساتھ معرفت ذات سے بھی آگاہی کا انتظام تعلیم کے ذریعہ ہی معلم کرتے ہیں تا کہ اپنی ذات کو پہچاننے والا انسان اپنے رب کو بھی پہچانے اور اللہ تعالیٰ کی اس وسیع و متنوع کائنات کی حقیقت کو پہچان کر اس میں خود اپنے مرتبہ ومقام سے بھی آگاہ ہو۔ اسلام جس تعلیم کو عام کرنے کا حکم دیتا ہے وہ ایسی ہی عظیم اور اتنی ہی مقدس ہے، اس لیے اس عظمت و تقدس کا تقاضا ہے کہ اس عظیم القدر کام کو انجام دینے کے منصب پر فائز ہونے والا معلم بھی اسی عظمت و احترام کے قابل ہو، کیوں کہ وہ جہاں اوصاف ربانی کو اپنا رہا ہے، وہاں وہ نبی امّی معلم اعظم و آخر ﷺ کی سنت پر بھی عمل پیرا ہے۔

اس عظمت و تقدس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ یہ علم انسانیت اور خلق خدا کے لیے سراپا نفع و رحمت ثابت ہو، اس سے کسی کو کوئی ضرر اور نقصان نہ پہنچے، اسی لیے معلم اعظم و آخر ﷺ جہاں اپنے رب سے وہ علم مانگتے تھے جو سراپا نفع و رحمت ہو، وہاں آپ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ---

"اے میرے مولا! میں اس علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو نفع نہیں دیتا"---

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کاروان علم کی قیادت جب تک اہل اسلام کے پاس رہی، وہ علم نافع کو ہی عام کرتے رہے، ضرر رساں اشیا کے علم سے بھی انسانیت کے منافع اور آرام وراحت کا یہی سامان کرتے رہے مگر جوں ہی مسلمان اس کاروانِ علم سے بچھڑ گئے، اس کی قیادت ان کے ہاتھ میں آ گئی جو علم نافع اور علم ضرر رساں میں فرق کرنے سے بھی عاجز تھے، یہیں سے وہ خرابی پیدا ہوئی، جس کا احساس مولائے روم علیہ الرحمۃ نے دلایا اور فرمایا:

علم را بر جاں زنی یارے بود
علم را بر تن زنی .مارے بود!

''علم کو اگر روحانی ترقی کے لیے استعمال کرو گے تو تمہارا یار دوست ہوگا مگر جب اسے تم اپنے مادی مقاصد اور تن پروری کے لیے استعمال کرو گے تو یہ سانپ بن جائے گا''---

اوّلین وحی ربانی کی ان پانچ آیات میں جس چھٹی حقیقت کا شعور دیا گیا ہے، وہ قرطاس وقلم ہے۔ لوحِ محفوظ پر قلم ربانی سے تقدیر کائنات کو ریکارڈ کر کے لوح وقلم اور قرطاس وقلم کی عظمت و مرتبہ کا شعور عطا فرمایا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے جن اشیا کو اپنی قسم کے قابل سمجھا، ان میں قلم، روشنائی اور قرطاس پر ان دونوں سے وجود میں آنے والے حروف اور سطور بھی ہیں، چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

﴿نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ﴾---

''قسم ہے دوات کی، قلم کی اور جو کچھ انسان ضبط تحریر میں لانے کے لیے قلم و قرطاس کے سپرد کرتے ہیں''---

ساتویں اور آخری حقیقت، جس کا شعور ان آیات پنج گانہ میں حضرت انسان کے لیے ودیعت کیا گیا ہے، وہ تعلیم علم کا تصور ہے، یعنی انسانی دماغ علم کے لیے بے پناہ اور غیر محدود صلاحیتوں کا مالک ہے:

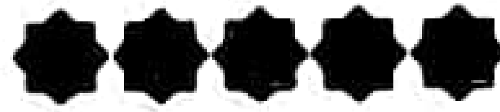
﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾---

''انسان کو ان چیزوں کا علم عطا کیا جو اسے پہلے معلوم نہ تھیں''---

یہ شعور کوئی معمولی بات نہ تھی، دراصل یہاں انسانی عقل ودماغ کی بے اندازہ خفیہ صلاحیتوں کا احساس وشعور دیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ معلوم کے ذریعہ غیر معلوم تک پہنچنے اور علم میں نئے سے نئے اضافے کرتے جانے کی صلاحیت، انسان کے عقل ودماغ میں ودیعت فرما دی گئی ہے۔ آج جو کچھ بھی علم، سائنس اور ٹیکنالوجی ہے، یہ سب انسان کی اسی صلاحیت کی مرہون منت ہے، اپنی اس

خداداد صلاحیت کے باعث حضرت انسان کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ لیکن جو بدنصیب انسان اپنی اس خداداد صلاحیت کو کام میں نہیں لا سکے وہ پس ماندگی اور جہالت کے عمیق گڑھوں میں آج بھی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ مسلمان اگر اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے رہ گئے ہیں، تو یہ ان کا اپنا قصور ہے، اللہ تعالیٰ کے نورِ مبین کتاب زندہ نے تو "اقراء" سے شروع ہونے والی اوّلین آیات میں اس حقیقت کا شعور عطا فرما دیا تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے تو گہوارے سے گور تک [ا] حصول علم جاری رکھنے کا حکم دیا تھا اور غزوۂ بدر میں قید ہونے والے اصحابِ علم کو دس دس مسلمانوں کو علم سکھا کر آزاد ہونے کا اختیار دے دیا تھا۔ تاریخ انسانی میں پہلی بار علم انسان کی آزادی کا پروانہ بنا تو بھی نبی العلم ﷺ کے صدقے، علم اور صاحب علم کو یہ توقیر ملی تو "اقرأ" کے مخاطب رسول ﷺ کے طفیل، اوّلیں وحی ربانی کی آیات پنج گانہ نے علم، قلم، تعلیم، معلم اور تحریر کو یوں آسمانِ عظمت پر پہنچا دیا ہے۔



[ا]......فاضل مضمون نگار نے غالباً "اطلبوا العلم من المهد الى اللحد" کی طرف اشارہ کیا ہے مگر یہ الفاظ کسی مستند مجموعہ حدیث میں نظر سے نہیں گزرے، تاہم مزاجِ اسلام سے ہم آہنگ ہیں۔ [نوری]

وفیات

گزشتہ دنوں:

مولانا سید نواب شاہ نواب اشرفی، پھلاں تولی (بصیر پور) کے والد محترم---

مولانا حافظ باغ علی نوری، چک ۱۶۵ ای بی عارف والا کے والد محترم---

مولانا عطا محمد اور مولانا محمد اشرف، وناں والا (بصیر پور) کی والدہ محترمہ---

شیخ الحاج محمد بشیر نقشبندی بصیر پور---اور

مولانا امام دین نوری، بستی سیدن سائیں دیپال پور قضائے الٰہی سے وفات پا گئے---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

